ذبیحہ کے حلال ہونے کے لئے شرعی شرائط
پر مفصل بحث اور شبہات کا جواب

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مفتی اعظم پاکستان

مکتبہ دارالعلوم کراچی ۱۴

طبعِ جدید ________ شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ۔ دسمبر ۱۹۹۷ء

مطبع ________ احمد پرنٹنگ کارپوریشن کراچی

ناشر ________ مکتبہ دارالعلوم کراچی۔ پوسٹ کوڈ: ۷۵۱۸۰

فون: ۵۰۴۲۲۸۰

"متجددین نے سوال اٹھایا تھا کہ اسلام میں ذبح کا کیا طریقہ ہے؟ اللہ کا نام لینا کس حد تک ضروری ہے؟ مشینی ذبیحہ کا کیا حکم ہے؟ اہلِ کتاب کا کونسا ذبیحہ حلال ہے؟ اس مقالہ میں انہی سوالات کا مفصل جواب دیا گیا ہے۔"

۱۔ مکتبۂ دارالعلوم کراچی

۲۔ دارالاشاعت اردو بازار کراچی ۱

۳۔ ادارۂ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور

فہرست مضامین اسلامی ذبیحہ

مضمون	صفحہ نمبر
اسلامی طریقہ سے بہتر ذبح کا کوئی طریقہ نہیں۔	۴
اسلامی ذبیحہ کے ارکان و شرائط۔	۵
شرط اوّل اور اس کے دلائل۔	//
دوسری شرط اور اسکے ماخذ۔	۸
ذبح کرنے کے احکام و آداب۔	۹
تیسری شرط ذبح کرنے والے کا مسلمان یا کتابی ہونا۔	۱۱
اہل کتاب کون لوگ ہیں؟	۱۲
خلاصۂ کلام۔	۱۳
شکار کے احکام۔	//
صحابہؓ و تابعین اور علمائے اُمت کی تشریحات۔	۱۵
ادارہ تحقیقات اسلامیہ کی تلبیس یا التباس۔	۱۷
امام شافعیؒ کے مسلک پر ایک نظر۔	۱۸
ذبائح اہل کتاب کا مسئلہ۔	۲۵
نام کے اہل کتاب اور درحقیقت دہریوں کا حکم۔	۲۸
طعام اہل کتاب سے کیا مراد ہے؟	۲۹
اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہونے کی حکمت۔	۳۰
خلاصۂ کلام۔	۳۵
مصر کے مفتی عبدہ اور ان کا فتوای۔	۳۷
ذبیحہ کے متعلق مفتی عبدہ کی انوکھی تحقیق۔	۳۸
مسئلہ ذبیحہ۔	۴۲
مشینی ذبیحہ۔	۴۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

تحقیق / ریسرچ کے نام پر جو فتنہ اجماعی مسائل میں تشکیک بلکہ تحریف دین کا ہمارے ملک میں ادارہ تحقیقاتِ اسلامیہ کے ذمہ دار ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے اپنی تحریروں سے کھڑا کر دیا ہے، اس نے مجبور کیا کہ **ذبیحۂ اسلامی** کے اس مسئلے کو جو دُنیا کے تمام مسلمانوں میں معروف اور متفق علیہ ہے پھر از سرِ نو واضح کیا جائے اور جو شبہات کئے گئے ہیں اُن کا ازالہ کیا جائے۔

اسلامی طریقے سے بہتر ذبح کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا،

یہ سب جانتے ہیں کہ دُنیا میں گوشت خوری کا دستور انتہائی قدیم ہے، لیکن اسلام سے پہلے جانوروں کا گوشت کھانے کے عجیب عجیب طریقے بغیر کسی پابندی کے اختیار کئے ہوئے تھے، مردار کا گوشت کھایا جاتا تھا، زندہ جانور کے کچھ اعضا کاٹ کر کھا لئے جاتے تھے، جانور کی جان لینے کے لئے بھی انتہائی بے رحمانہ سلوک کیا جاتا تھا، کہیں لاٹھیوں سے مار کر، کہیں تیروں کی بوچھاڑ کر کے جانور کی جان لی جاتی تھی۔

اسلام نے سب سے پہلے تو یہ تفریق کی کہ مُردار کا گوشت حرام کیا، جو انسان کی جسمانی اور رُوحانی دونوں صحتوں کو برباد کرنے والا ہے، اُن جانوروں کو حرام قرار دیا جن کے گوشت سے اخلاقِ انسانی مسموم ہو جاتے ہیں، خنزیر، کتا، بلی، درندہ جانور وغیرہ، پھر جن جانوروں کو حلال کیا اُن کا گوشت کھانے میں بھی ایسا پاکیزہ طریقہ بتلایا جس سے ناپاک خُون زیادہ سے زیادہ نکل جائے اور جانور کو تکلیف کم سے کم ہو، طبّی اصُول پر انسانی صحت اور غذائی اعتدال میں اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا جیسا کہ موجودہ زمانے کے بعض ڈاکٹروں نے تحقیق کے ساتھ اس کو ثابت کیا ہے، بہرحال اسلام نے جانور کا گوشت کھانے میں انسان کو آزاد نہیں چھوڑا، کہ جس طرح درختوں کے پھل اور ترکاریوں وغیرہ کو جس طرح چاہیں کاٹیں اور کھالیں اسی طرح جانور کو جس طرح چاہیں کھا جائیں۔

یہ ظاہر ہے کہ انسان کی غذا خواہ نباتات سے ہو یا حیوانات سے ہو، سب اللہ کی پیدا کی ہوئی نعمتیں ہیں اور اس حیثیت سے ہر کھانے کو اللہ کا نام لے کر کھانا اور کھانے سے فارغ ہو کر اللہ کا شکر ادا کرنا

سنّتِ اسلام ہے، جس کو رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول وفعل سے اتنا عام کیا کہ وہ ایک اسلامی شعار بن گیا، لیکن جانوروں کے ذبح پر اللہ کا نام لینے کا معاملہ اس سے کچھ آگے ہے، کہ جانور کا گوشت اس کے بغیر حلال ہی نہیں ہوتا، کوئی غافل انسان ترکاری پھل وغیرہ کو بغیر اللہ کے نام کے کاٹے کھائے تو اسے غافل تارکِ سنت تو کہا جائے گا لیکن اس کے کھانے کو حرام نہیں کہا جا سکتا، بخلاف جانور کے کہ اس کے ذبح کے وقت بسم اللہ کہنا اس کے حلال ہونے کی شرط ہے، اس کے بغیر سارے آداب ذبح پورے بھی کر دیئے جائیں تو بھی جانور مُردار وحرام ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے حجۃ اللہ البالغہ میں اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ الاسلام میں اسلامی ذبیحہ کی حکمت اور اس کے آداب و شرائط پر بصیرت افروز تحقیقات فرمائی ہیں[۱] یہاں ان کو پورا نقل کرنے کا موقع نہیں، ان میں سے ایک بات بُنیادی اہمیت رکھتی ہے کہ جانوروں کا معاملہ عام نباتی مخلوقات کا سا نہیں، کیونکہ ان میں انسان کی طرح روح ہے، انسان کی طرح دیکھنے سُننے سونگھنے اور چلنے پھرنے کے آلات واعضا ہیں، انسان کی طرح ان میں احساس اور ارادہ اور ایک حد تک ادراک بھی موجود ہے، اس کا سرسری تقاضا یہ تھا کہ جانور کا کھانا مطلقاً حلال نہ ہوتا، لیکن حکمتِ الٰہیہ کا تقاضا تھا کہ اس نے انسان کو مخدومِ کائنات بنایا، جانوروں سے خدمت لینا، ان کا دُودھ پینا اور بوقت ضرورت ذبح کر کے ان کا گوشت کھا لینا بھی انسان کے لئے حلال کر دیا، مگر ساتھ ہی اس کے حلال ہونے کے لئے چند ارکان اور شرائط بتلائے جن کے بغیر جانور حلال نہیں ہوتا۔

اِسلامی ذبیحہ کے ارکان و شرائط

شرطِ اوّل سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ ہر ذبح کے وقت اللہ کے اس انعام کا شکر ادا کیا جائے کہ رُوحِ حیوانی میں مساوات کے باوجود اس نے کچھ جانوروں کو ہمارے لئے حلال کر دیا ہے، اور اس شکر کے ادا کرنے کا طریقہ قرآن وسنت نے یہ بتلایا کہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیں، بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کریں، جس نے ذبح پر اللہ کا نام قصداً چھوڑ دیا اس کا ذبیحہ حلال نہیں مُردار ہے قرآن کریم کے ارشادات اس معاملہ میں حسبِ ذیل ہیں:۔

۱۔ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ إِلٰٓى أَوْلِيَآئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوْهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ

ترجمہ:۔ اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اور بلاشبہ یہ گناہ کی

---

[۱] ملاحظہ ہو حجۃ اللہ ص ۰، ۵ ج ۲ مطبوعہ اصح المطابع کراچی وحجۃ الاسلام ص ۱۶۴، ۱۶۵ مطبوعہ معارف القرآن دیوبند۔

بات ہے اور یقیناً شیاطین اپنے دوستوں کو تعلیم دے رہے ہیں، تاکہ یہ تم سے جدال کریں، اور تم ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ۔" (انعام ۱۲۲)

۲- فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَافَّ (حج : ۳۶)

"سو تم ان اونٹوں کو نحر کرنے کے وقت کھڑے کر کے اللہ کا نام لیا کرو۔"

۳- وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ-

ترجمہ:" اور ہم نے ہر اُمت کے لئے قربانی کرنا اس غرض سے مقرر کیا تھا کہ وہ ان مخصوص چوپاؤں پر اللہ کا نام لیں جو اُس نے اُن کو عطا فرمائے تھے۔" (حج : ۳۴)

۴- وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ (انعام ۱۳۸)

ترجمہ:" اور مویشی ہیں جن پر یہ لوگ اللہ کا نام نہیں لیتے محض اللہ پر افتراء باندھنے کے طور پر"

۵- إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ (نحل ۱۱۵)

ترجمہ:" تم پر صرف مردار کو حرام کیا ہے اور خون کو اور خنزیر کے گوشت کو، اور جس چیز کو غیر اللہ کے ساتھ نامزد کر دیا گیا ہو۔"

۶- وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ (انعام : ۱۱۹)

ترجمہ:" اور تم کو کون امر اس کا باعث ہو سکتا ہے کہ تم ایسے جانوروں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔"

۷- إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ (بقرہ ۱۷۳)

ترجمہ:" اللہ تعالیٰ نے تو تم پر صرف مُردار کو اور خون کو اور خنزیر کے گوشت کو اور ایسے جانور کو حرام کیا ہے جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو۔"

۸- حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ (مائدہ ۳)

ترجمہ:" تم پر حرام کئے گئے ہیں مُردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جو جانور کہ غیر اللہ کے نامزد کر دیا گیا ہو اور جو گلا گھونٹنے سے مر جائے اور جو کسی چوٹ سے مر جائے اور جو اُونچے سے گر کر مر جائے اور جو کسی کی ٹکر سے مر جائے اور جس کو کوئی درندہ کھانے لگے لیکن جس کو ذبح کر ڈالو۔"

۹- وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ (مائدہ ۵)

ترجمہ:۔ "اور جو لوگ کتاب دیئے گئے ہیں اُن کا ذبیحہ تم کو حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ اُن کو حلال ہے"

۱۰۔ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۔ (مائدہ ۴)

ترجمہ:۔ "لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا کیا جانور اُن کے لئے حلال کئے گئے ہیں؟ آپ فرما دیجئے کہ تمہارے لئے کُل حلال جانور حلال رکھے ہیں، اور جن شکاری جانوروں کو تعلیم دو اور تم اُن کو چھوڑو بھی، اور ان کو اس طریقے سے تعلیم دو جو تم کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، تو ایسے شکاری جانور جس شکار کو تمہارے لئے پکڑیں، اس کو کھاؤ، اور اس پر اللہ کا نام بھی لیا کرو"

آیات مذکورہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:۔

۱۔ جانوروں کا معاملہ عام انسانی غذاؤں کی طرح نہیں بلکہ ان کے حلال ہونے کے لئے خاص شرائط ہیں۔

۲۔ سب سے پہلی اور اہم شرط یہ ہے کہ ذبح کرنے کے وقت اللہ کا نام لیا جائے، قرآن کریم کی مذکورہ آیتوں میں اس شرط کو بہ تکرار ذکر فرمایا ہے اور اس کے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ صرف اس جانور کا گوشت کھا سکتے ہو جس کے ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا ہے اور وہ جانور حرام ہے جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔

۳۔ یہ کہ جس جانور پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا گیا وُہ حرام ہے، جیسے کفّار اپنے بتوں اور مصنوعی خداؤں کے نام پر ذبح کیا کرتے تھے۔

۴۔ جو جانور گلا گھونٹ کر، یا چوٹ مار کر مارا گیا ہو، یا کسی اونچی جگہ سے گر کر یا کسی کی ٹکر سے مر گیا ہو یا جس کو کسی درندے نے کاٹا ہو وُہ حلال نہیں بجز اس کے کہ اس کی جان نکلنے سے پہلے اس کو شرعی صورت سے ذبح کر لیا جائے۔

۵۔ ذبح کے وقت اللہ کا نام لینے کی شرط سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کسی کافر مشرک کا ذبیحہ حلال نہیں، کیونکہ وہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لینے پر عقیدہ نہیں رکھتے، اس مسئلے میں عام کفاریں سے اہلِ کتاب کو اس لئے مستثنیٰ کر دیا گیا کہ اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کا اپنا مذہب بھی شریعتِ اسلام کے مطابق ہے کہ ان کے نزدیک ذبح کرنا اور اس پر اللہ کا نام لینا ضروری ہے۔ گلا گھونٹا ہوا یا چوٹ یا ٹکر وغیرہ سے مارا ہوا جانور حرام ہے۔

۶۔ سورۂ انعام کی آیت مذکورہ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ کے بعد اوّل

تو جس جانور پہ اللہ کا نام نہ لیا گیا۔ اس کے کھانے کو فسق اور نافرمانی قرار دیا، اور اس کے بعد ارشاد فرمایا۔ وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓـئِھِمْ الآیۃ، اس میں تبلا دیا گیا کہ اللہ کے نام پہ ذبح کئے ہوئے جانور میں شک وشبہ کرنا اور جس پہ اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کو حلال سمجھنا یہ خالص شیطانی تعلیم ہے۔ اگر تم نے شیطانوں کی اطاعت اختیار کی تو تم مشرک ہو جاؤ گے، امام بخاریؒ نے آیت کے اس حصے کو انہی لوگوں کے رد میں پیش کیا ہے جو آیت مذکورہ میں تاویلیں کر کے اس جانور کو حلال ٹھہرانا چاہتے ہیں جس پہ بوقت ذبح اللہ کا نام نہیں لیا گیا، اور اس تاویل کو تلقین شیطانی قرار دیا ہے۔

جانور کے حلال ہونے کی دوسری شرط

ذکات ہے یعنی جانور کو شرعی طریقہ سے ذبح کرنا۔ شریعتِ اسلام نے جانور کو حلال کرنے کے لئے جو پاکیزہ طریقہ تبلایا قرآن کریم نے اُس کا نام ذکوٰۃ رکھا ہے (اِلَّا مَا ذَکَّیْتُمْ) اس کی دو قسمیں ہیں، ایک اختیاری، دُوسری غیر اختیاری۔

اختیاری صورت سے مُراد اُن جانوروں کا ذبیحہ ہے جو گھروں میں پالے جاتے ہیں، جیسے بکری، گائے بیل، بھینس وغیرہ اور کسی جنگلی جانور جیسے ہرن وغیرہ کو گھر میں پال کر مانوس بنالیا جائے تو وہ بھی اسی حکم میں داخل ہو جاتا ہے اور غیر اختیاری صورت سے مراد وہ جنگلی اور وحشی حلال جانور ہیں جن کا شکار کیا جاتا ہے اور اگر پالتو جانوروں میں سے بھی کوئی جانور وحشی ہو کر بھاگ جائے تو وُہ بھی اسی حکم میں داخل ہو جاتا ہے۔

اس دوسری قسم غیر اختیاری کے معاملے میں تو شرعی حکم یہ ہے کہ بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر کسی دھاردار آلے، تیر، تلوار وغیرہ سے جانور کو زخمی کر دیا جائے، تو وہ حلال ہو جاتا ہے، اسی طرح شکاری کتوں کو یا باز وغیرہ کو اگر تربیت دے کر ایسا سدھا لیا جائے کہ وہ جانور کو پکڑ کر لائیں اور اس میں سے کھائیں نہیں، ایسی صورت میں تربیت یافتہ کتے کو اگر بسم اللہ پڑھ کر شکار کے لئے چھوڑا جائے، اور یہ کُتا یا باز جانور کو زخمی کر دے جس سے جانور کی جان نکل جائے تو یہ بھی حلال ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم کی آیتِ مذکورہ سورۂ مائدہ: ۴ میں اسی طرح کے شکار کا بیان ہے، اور احادیث صحیحہ میں بسم اللہ پڑھ کر شکاری جانور پر تیر چلانے اور اس کے حلال ہونے کی تصریحات موجود ہیں، تمام کتب فقہ میں بھی اس کے مسائل اور جزئیات کی تفصیلات ذکر کی گئی ہیں،

لہ دیکھئے فتح الباری، ص ۵۱۲۔ ج ۹۔

پہلی یعنی اختیاری صورت میں اونٹ کے لئے تو نحر کرنے کا طریقہ مسنون ہے، یعنی اونٹ کے پاؤں باندھ کر کھڑا کر دیا جائے، اور تیر نیزہ یا چھری اس کے لبہ میں مار کر خون بہا دیا جائے، قرآن کریم کی آیت مذکورہ سورۂ حج ۳۶ میں اسی کا بیان ہے، اور فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ میں اسی کی تصریح ہے۔

اونٹ کے علاوہ دوسرے جانور بکری، گائے، بیل، بھینس وغیرہ کے لئے مسنون طریقہ ذبح کا ہے۔ کیونکہ قرآن کریم نے گائے کے لئے فرمایا اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَۃً اسی طرح بکرے کے لئے ذِبْحٍ عَظِیْمٍ کے الفاظ ارشاد فرمائے اور اونٹ کے لئے فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ فرمایا۔ اسی قرآنی اشارہ کے مطابق شریعت کا حکم یہ ہوا کہ اونٹ کو نحر اور گائے بیل بکرے وغیرہ کو ذبح کیا جائے۔

ذبح کرنے کے احکام و آداب

اس کی تفصیلات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ ذیل احادیث سے واضح ہوتی ہیں۔

۱- عن رافع بن خدیج ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما انھر الدم وذکر اسم اللہ علیہ فکلوہ لیس السن والظفر۔ (بخاری ومسلم وسنن اربعہ[۱])

ترجمہ:- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دھاردار چیز جانور کا خون بہا دے، اور ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام لیا جائے (وہ حلال ہے) کھا سکتے ہو، مگر دانت اور ناخن (کہ دھاردار ہونے کے باوجود اُن سے ذبح کرنا جائز نہیں، دیگر ہڈیوں کا بھی یہی حکم ہے)"

۲- عن عدی بن حاتم قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدم بما شئت واذکر اسم اللہ - (ابوداؤد ونسائی، از حوالۂ بالا)

ترجمہ:- "جس دھاردار چیز سے چاہو جانور کا خون بہا دو اور ذبح کے وقت اللہ کا نام لو۔"

۳- عن شداد بن اوس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ کتب الاحسان علی کل شیٔ فاذا قتلتم فاحسنوا القتلۃ واذا ذبحتم فاحسنوا الذبح ولیحد احدکم شفرتہ[۲]

ترجمہ:- "اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے متعلق حسن سلوک کا حکم فرمایا ہے، پس اگر تمہیں کسی کو (قصاص وغیرہ میں) قتل کرنا ہو تو بہتر ہیئت میں قتل کرو، (کہ آسانی سے جان نکل جائے) اور کسی جانور کو ذبح کرنا ہو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو۔ چنانچہ پہلے اپنی چھری کو خوب تیز کر لو (تاکہ جانور کو زیادہ تکلیف نہ ہو)

---

[۱] جمع الفوائد، ص ۲۰۶ جلد اوّل [۲] صحیح مسلم ص ۱۵۲ جلد ۲،

۴۔ عن ابن عمر، امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بحد الشفار وان توارٰی عن البھا ثم قال اذا ذبح احدکم فلیجھز (قزوینی)[1]

ترجمہ:۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھریوں کی دھار کی جانب سے ذبح کرنے کا حکم فرمایا، اور حکم فرمایا کہ چھریاں جانوروں کی آنکھ سے چھپا کر رکھی جائیں، نیز فرمایا اگر ذبح کرو تو مکمل طور پر ذبح کرو (ادھورا نہ چھوڑو)۔

۵۔ قال ابن عباس وانس وابن عمر اذا قطع الرأس مع ابتداء المذبح من الحلق ولایتعمد فان ذبح من القفا لم توکل سواء قطع الرأس ام لم یقطع (بخاری)[2]

ترجمہ:۔ "حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ اور حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ اگر حلق کی جانب سے ذبح کرتے وقت جانور کا سر کاٹ کر الگ ہو جائے تو کوئی حرج نہیں، لیکن بالارادہ ایسا نہ کرنا چاہیئے کہ یہ مکروہ ہے، اور اگر جانور کو پشت کی طرف سے ذبح کیا جائے تو وہ کسی حال میں حلال نہیں، برابر ہے کہ سر کٹ جائے یا نہ کٹے (یعنی دونوں حالتوں میں ناجائز ہے)"

۶۔ الذکوۃ بین الحلق واللبۃ (دارقطنی) وقال ابن عباسؓ الذکاۃ بین الحلق واللبۃ (بخاری فی الترجمۃ) ومثلہ عن عمرؓ فی تخریج الھدایۃ[3]

ترجمہ:۔ "ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ذبح حلقوم اور نرخرہ کے بیچ میں ہونا چاہیئے، اور حضرت عمرؓ سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔"

۷۔ افر الاوداج بما شئت (ھدایہ)[4]

ترجمہ:۔ " رگیں جن کو اوداج کہتے ہیں، ان کو اچھے طریقے سے کاٹ دو۔"

۸۔ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن شریطۃ الشیطان ھی الذبیحۃ یقطع منھا الجلد ولا تفری الاوداج (ابوداؤد)[5]

ترجمہ:۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیطان کے ذبیحہ سے منع فرمایا۔ یعنی ایسے ذبیحہ سے جس کا صرف اوپر کا گوشت کاٹا جائے، اور نرخرہ کے متصل رگیں سالم رہ جائیں۔"

۹۔ نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تنخع الشاۃ اذا ذبحت (الطبرانی فی المعجم)[6]

ترجمہ:۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے نخع کرنے سے منع فرمایا یعنی ذبح میں اتنا مبالغہ

---

[1] جمع الفوائد ص ۲۰۶ جلد ۱۔ [2] بخاری فی تراجمہ ۸۲۸ ج ۲، [3] نصب الرایہ ص ۲۸۹ ج ۵ [4] جمع الفوائد ص ۲۰۶ ج ۱ [5] نصب الرایہ ص ۲۹۲ ج ۵۔ [6] نصب الرایہ ص ۲۸۷ ج ۵۔

کرنا کہ گردن کی ہڈیوں کے سفید مغز اور گودے بھی کاٹے جائیں۔

۱۰۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسلام فی امر المجوس غیر ناکحی نساءھم ولا اٰکلی ذبائحھم۔ (مصنف عبدالرزاق ابن ابی شیبۃ)[1]

ترجمہ: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آتش پرست کافروں کے متعلق فرمایا کہ ان کی عورتوں سے شادی کرنے اور ان کے ہاتھ کے ذبیحہ کھانے کے علاوہ دوسرے امور میں اُن کے ساتھ اہل کتاب جیسا معاملہ کرو (مجوس کے اس حکم میں اہلِ کتاب کے سوا دوسرے کفار و مشرکین سب شامل ہیں کہ اُن کا ذبیحہ اور عورتیں مسلمان کے لئے حلال نہیں حرام ہیں

رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ ہدایات سے امورِ ذیل معلوم ہوئے ۔

اوّل یہ کہ ذبح کا مقام حلق اور لبہ کے درمیان ہے (حدیث نمبر۵)

دوم یہ کہ گردن کو پورا کاٹ کر الگ نہ کیا جائے بلکہ حرام مغز تک بھی نہ کاٹا جائے (حدیث نمبر۷) بلکہ حلقوم اور مری یعنی سانس کی نالی اور اس کے اطراف کے خون کی رگیں جن کو اوداج کہا جاتا ہے وہ قطع کی جائیں (حدیث نمبر۱،۶)، اسطرح جس خون بھی پورا نکل جاتا ہے اور جانور کو تکلیف بھی کم ہوتی ہے اس طریق کے خلاف جتنی صورتیں ہیں ان میں خون بھی پورا نہیں نکلتا اور جانور کو بلا ضرورت تکلیف بھی شدید ہوتی ہے ۔

سوم یہ کہ ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا جائے یعنی بسم اللہ اللہ اکبر پڑھا جائے (حدیث نمبر۱و۲)

چہارم یہ کہ اس کا پورا اہتمام کیا جائے کہ جانور کو تکلیف کم سے کم ہو، اس لئے یہ حکم دیا کہ چھری کو تیز کرلو اور ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کرو اور مذکورہ حلقوم وغیرہ کو پورا کاٹو، تاکہ جان آسانی سے نکل جائے ۔ ایک حدیث میں اس سے بھی منع کیا گیا ہے کہ جانور کے سامنے چھری تیز نہ کی جائے۔

پنجم یہ کہ زندہ جانور کا کوئی عضو نہ کاٹو (حدیث نمبر۹)

ششم یہ کہ جانور کو گدی کی طرف سے ذبح نہ کرو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جھٹکا جائز نہیں جس میں دفعۃً گردن الگ کردی جاتی ہے۔

ہشتم یہ کہ کفار میں سے اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے، دوسرے کسی کافر کا حلال نہیں (حدیث نمبر۱۰) اور اہل کتاب کے ذبیحہ کی حلت بھی اس وجہ سے ہے کہ اس مسئلے میں ان کا اپنا مذہب بھی اسلام کے مطابق ہے

تیسری شرط ذبح کرنیوالے کا مسلمان یا کتابی ہونا: جمادات و نباتات کے کاٹنے تراشنے پکانے بنانے میں اسلام نے کوئی یہ پابندی نہیں لگائی کہ وہ مسلمان ہی کے ہاتھ سے ہو مگر روحِ حیوانی کے

---

[1] نصب الرآیہ ص ۲۸۷ ج ۵ ۔

خصوصی احترام کی وجہ سے جیسے اللہ کا نام بوقت ذبح لینا شرط قرار دیا ہے اسی طرح ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا یا کم از کم اہل کتاب میں سے ہونا شرط حلت قرار دیا ہے، آیت وطعام الذین اوتوا الکتب سے باتفاق ائمۂ تفسیر ان کے ذبائح مراد ہیں، گوشت کے علاوہ دوسری غذاؤں میں تو اہلِ کتاب اور تمام کفار برابر ہیں، کہ عام کھانے پینے کی چیزیں جو پاک و حلال ہیں، وہ ہر شخص کے ہاتھ کی حلال ہیں، مسلمان ہو یا کوئی کافر یہود و نصاریٰ کے سوا دوسرے کفار کے ذبائح حرام ہونے کے متعلق حدیث نمبر ۱ کی تصریح واضح ہے، اور تمام طوائفِ کفار میں سے صرف یہود و نصاریٰ کے ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح کو حلال قرار دینے کی وجہ بھی یہ ہے کہ ان دونوں مسئلوں میں ان کا اپنا مذہب اور تورات و انجیل کی تصریحات بھی عین قرآن اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ہیں، اور سینکڑوں تحریفات کے بعد اب تک بھی یہ حکم اس میں موجود ہے، عہد نامہ جدید کی کتاب اعمال میں غیر قوم کے لئے تمام احکام کو ختم کر کے اتنا پھر بھی لکھا گیا ہے کہ "تم بتوں کی قربانیوں کے اور لہو گوشت اور گلا گھونٹے ہوئے جانوروں اور حرامکاری سے پرہیز کرو" (اعمال ۱۵: ۲۹)

اہلِ کتاب کون لوگ ہیں؟

قرآن و سنت کی تصریحات کے مطابق اہلِ کتاب سے مراد صرف یہود و نصاریٰ ہیں، سورۂ مائدہ آیت نمبر ۵ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت منقول ہے:

وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَّكُمْ، یعنی ذبیحۃ الیھودی والنصرانی[1]

یہود و نصاریٰ میں وہ لوگ داخل نہیں جو مذہباً دہریئے ہیں۔ خدا اور رسولؐ اور آخرت کے قائل ہی نہیں جیسے آجکل یورپ کے بہت سے قومی عیسائیوں کا حال ہے کہ محض قومی طور پر وہ مسیحی یا عیسائی کہلاتے ہیں، مگر وہ خدا ہی کے وجود کے قائل نہیں، پھر کسی رسول و پیغمبر کے کیا قائل ہوتے اسی لئے حضرت علیؓ نے نصاریٰ بنی تغلب کے ذبیحہ کو حرام قرار دیا، اور فرمایا کہ یہ لوگ دین نصرانیت میں سے سوائے شراب نوشی کے اور کسی چیز کو نہیں مانتے[2]، ہاں جو لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کے قائل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی اور تورات و انجیل کو اللہ کی کتاب مانتے ہیں، وہ اہل کتاب میں داخل ہیں، اگرچہ انہوں نے اپنے دین کو بدل ڈالا ہے، تورات و انجیل میں تحریف کر ڈالی ہے، اور تثلیث وغیرہ جیسے مشرکانہ عقائد

---

[1] تفسیر القرطبی، ص ۷۶ ج ۲، [2] تفسیر القرطبی ص ۷۶ ج ۲

اختیار کر رہے ہیں، مگر یہ آج کے نہیں، نزولِ قرآن کے زمانے میں بھی اُن کا یہی حال تھا، اور قرآن کریم نے ان حالات کے باوجود ان کو اہل کتاب قرار دیا اور ان کے ذبائح کو حلال کیا، اور ان کی عورتوں سے نکاح جائز قرار دیا، امام تفسیر ابن کثیر رح نے اس پر علماء امت کا اجماع نقل کر کے فرمایا لانھم یعتقدون تحریم الذبح لغیر اللہ ولا یذکرون علی ذبائحھم الا اسم اللہ وان اعتقدوا فیہ تعالیٰ ما ھو منزہ عنہ تعالیٰ وتقدس[1]

خلاصۂ کلام

قرآن وسنت کی مذکورہ بالا تصریحات سے اسلامی ذبیحہ کے لئے تین شرائط ثابت ہوئیں (۱) ذابح کا مسلمان یا کتابی ہونا۔ (۲) بوقت ذبح اللہ کا نام لینا (۳) شرعی طریق پر حلقوم اور سانس کی نالی اور خون کی رگیں کاٹ دینا۔ ان میں سے کوئی ایک بھی رہ جائے تو وہ اسلامی ذبیحہ نہیں۔

یہ سب بیان اختیاری زکات کا تھا غیر اختیاری زکات شکار وغیرہ کے احکام درج ذیل ہیں۔

شکار کے احکام

اُوپر اسلامی ذبیحہ کے متعلق قرآن مجید کی دس آیات اور چند احادیث پیش کی گئی ہیں انمیں ایک تو عام ذبائح کا حکم مذکور ہے جو گھریلو اور پالتو جانوروں سے متعلق ہے جن کے حلال ہونے کے لئے تین شرطوں کی تصریح پوری وضاحت کے ساتھ آچکی ہے یعنی ذابح کا مسلمان ہونا۔ ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا اور عروق ذبح کو دھاردار چیز سے قطع کرنا۔

دوسرا حکم شکار کا بھی سورہ مائدہ کی آیت (۴) میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ تربیت یافتہ شکاری کتے وغیرہ کو اگر بسم اللہ کہہ کر شکار پر چھوڑا جائے اور وہ جانور کو زخمی کر کے پکڑ لائے اور خود اس میں سے نہ کھائے تو یہ شکار حلال ہے۔ احادیث صحیحہ میں بسم اللہ پڑھ کر شکار پر تیر پھینکنے کا بھی یہی حکم مذکور ہے۔ اس حکم کی مزید وضاحت مندرجہ ذیل روایات حدیث میں ہے۔

عن ابی ثعلبۃ رض اذا ارسلت کلبک فاذکر اللہ واذا رمیت بسھمک فاذکر اللہ (ابن کثیر ملخصاً)

ترجمہ: جب تم اپنے تربیت یافتہ شکاری کتے کو شکار پر چھوڑو تو اللہ کا نام لو اور جب تم شکار پر تیر پھینکو تو اللہ کا نام لو۔

---

[1] تفسیر ابن کثیر ص ۱۹ جلد ۲۔

اور حضرت عدی بن حاتمؓ کی حدیث صحیح بخاری و مسلم میں بالفاظ ذیل آئی ہے۔

اذا ارسلت کلبك فاذکر اسم الله فان امسك علیك فادرکته حیا فاذبحه وان ادرکته قد قتل ولم یأکل منه فکله وان اکل فلا تاکل فانما امسك علی نفسه وان وجدت مع کلبك کلبا غیرہ وقد قتل فلا تاکل فانك لاتدری ایهما قتل واذا رمیت بسهمك فاذکر اسم الله۔

ترجمہ:۔ جب تم اپنے کتے کو شکار کے لئے چھوڑو تو اللہ کا نام لو، اگر اس نے شکار کو تمہارے لئے روک لیا تو اگر تم نے اوس کو زندہ پا لیا تو باقاعدہ ذبح کر لو اور اگر اوس نے قتل کر ڈالا ہے مگر خود اوس میں سے نہیں کھایا تو اُس کو کھا سکتے ہیں اور اگر شکاری کتے نے خود اُس میں سے کھالیا تو اوس کو نہ کھاؤ کیونکہ وُہ اُس نے اپنے لئے شکار کیا ہے تمہارے لئے نہیں اور اگر تُم نے اپنے کتے کے ساتھ کوئی دُوسرا کتا بھی شکار کے پکڑنے میں شریک پایا اور وُہ شکار قتل ہو گیا تو اوس کو نہ کھاؤ کیونکہ تُم نہیں جانتے کہ اوس کو ان دو کتوں میں سے کس نے قتل کیا ہے اور جب تم شکار پر تیر پھینکو تو اوس پر اللہ کا نام لو۔

۳۔ نیز حضرت عدی بن حاتمؓ کی حدیث میں یہ الفاظ بھی بخاری و مُسلم میں منقول ہیں۔

قال قلت یا رسول الله ارسل کلبی فاجد معه کلبا آخر قال فلا تاکل فانما سمیت علی کلبك ولم تسم علی کلب آخر۔ (بخاری و مسلم، از مظہری مائدہ)

ترجمہ:۔ عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسُول اللہ بعض اوقات میں اپنے کتے کو شکار پر چھوڑتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ اوس کے کوئی دوسرا کُتا بھی شریک ہو گیا آپؐ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں شکار نہ کھاؤ کیونکہ تم نے اللہ کا نام اپنے شکاری کتے پر لیا تھا۔ دوسرے کتے پر نہیں لیا۔

۴۔ اور ترمذی میں بروایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ مذکور ہے۔

نهینا عن صید کلب المجوس (مشکوٰۃ)

ترجمہ:۔ ہمیں اس سے منع کیا گیا ہے کہ کسی مجوسی بُت پرست کے شکاری کتے کا شکار کھائیں۔

احادیث مذکورہ میں شکار کے حلال ہونے کے لئے چند شرطیں ذکر کی گئی ہیں، اوّل شکاری کُتے یا تیر وغیرہ کو شکار پر چھوڑنے کے وقت اللہ کا نام لینا، دُوسرے یہ کہ شکاری کُتا تربیت یافتہ ہو وُہ شکار کو کھائے نہیں بلکہ شکاری کے پاس پکڑ لائے۔ تیسرے یہ کہ شکار کرنے والا بھی مسلمان ہو مشرک نہ ہو جیسا کہ حدیث نمبر ۴ سے ثابت ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ اختیاری کی تین شرطوں میں سے دو شرطیں شکار میں بھی ضروری ہیں یعنی شکاری کا مسلمان ہونا اور شکار پر تیر یا شکاری کتا چھوڑنے کے وقت اللہ کا نام لینا۔ صرف تیسری شرط یعنی عروق ذبح کو قطع کرنا۔ اس غیر اختیاری قسم میں معاف کر دیا گیا ہے۔ بلکہ جانور کے کسی حصّے کو زخمی کر دینا کافی سمجھا گیا ہے، تو فرق صرف محل ذبح کا رہ گیا کہ اختیاری صورت میں گردن کی خاص رگیں قطع کرنا ضروری ہے غیر اختیاری میں کسی جگہ زخم لگنا کافی ہے۔ اور بتصریح احادیث صحیحہ جو پالتو اور مانوس جانور وحشی بن جائے اور قابو سے نکل جائے وہ بھی شکار ہی کے حکم میں ہو جاتا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت رافع بن خدیجؓ کی روایت سے یہ حکم نقل کیا گیا ہے۔ اور اسی بنیاد پر حضرات فقہا نے فرمایا کہ اگر کسی شکاری جانور ہرن وغیرہ کو گھر میں پال کر مانوس کر لیا جائے تو وہ پالتو جانوروں کے حکم میں داخل ہو جاتا ہے۔ اُس کو اُسی طرح ذبح کرنا چاہیئے جس طرح عام جانوروں کو ذبح کیا جاتا ہے اس کے بغیر وہ حلال نہیں ہوگا۔

صحابہ و تابعین اور علماء امّت کی تشریحات

اسلامی ذبیحہ کے اصل مسئلے کو خود قرآن کریم نے براہ راست ایسا واضح کر دیا ہے کہ اُس میں کسی اجتہاد و رائے کی گنجائش نہیں چھوڑی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی اور عملی احادیث نے اُس کو اور بھی زیادہ واضح اور روشن کر دیا ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جانور کے حلال ہونے کا اصل مدار اللہ کے نام سے ذبح کرنے پر ہے باقی شرائط سب اسی کی تفصیلات ہیں۔ قرآنی تشریحات پر پھر ایک مرتبہ اجمالی نظر ڈالئے سورۃ الانعام میں یکے بعد دیگرے تین آیات میں اس مسئلے کے ہر منفی اور مثبت پہلو کو ایسا کھول دیا ہے کہ اُس کے بعد کسی اختلاف رائے کی جگہ نہیں رہتی آیت ۱۱۸ میں پہلے یہ ارشاد فرمایا۔

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ۔

ترجمہ:۔ سو تم کھاؤ اس جانور میں سے جس پر نام لیا گیا ہے اللہ کا اگر تم کو اُس کے حکموں پر ایمان ہے

اس میں تو ان لوگوں کے خیال کی تردید ہے جو یہ کہتے تھے کہ جس جانور کو اللہ تعالے نے خود مارا، یعنی مُردار اُس کو تو مسلمان حرام کہتے ہیں اور جس کو خود مارتے ہیں اُس کو حلال ٹھہراتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس آیت میں فیصلہ کر دیا کہ کسی چیز کا حلال یا حرام کرنا تمہارے اپنے اختیار میں نہیں یہ قانون الٰہی کے تابع ہے اللہ تعالے نے اُس جانور کو حلال قرار دیا ہے جس کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا جائے اور اُس جانور کو حرام کیا ہے جو خود مر جائے۔ دُوسری آیت نمبر ۱۱۹ میں پھر اس کی مزید تاکید اور توضیح اس طرح آئی۔

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۔

ترجمہ: اور کیا سبب کہ تم نہیں کھاتے اس جانور میں سے جس پر نام لیا گیا اللہ کا۔

اس آیت نے یہ بات واضح کر دی کہ جانور کی حلت کا اصل مدار اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے پر ہے جب وہ اس طرح ذبح کر دیا جائے پھر اس کے کھانے میں کوئی تردد کرنا کفار کا اتباع ہے۔ اس کے بعد آیت ۱۲۱ میں اس کے منفی پہلو کو پوری وضاحت سے اس طرح بیان فرمایا۔

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ۠

ترجمہ: اور اس میں سے نہ کھاؤ جس پر نام نہیں لیا گیا اللہ کا اور یہ کھانا گناہ ہے اور شیاطین دل میں ڈالتے ہیں اپنے رفیقوں کے تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کا کہا مانا تو تم بھی مشرک ہوئے۔

اس آیت میں کس قدر صاف و صریح یہ حکم دیا ہے کہ جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس میں سے نہ کھاؤ، اور پھر اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ یہ بھی فرما دیا کہ اس کا کھانا گناہ ہے۔ اور اس کے بعد مزید تاکید کے لئے یہ بھی بتلا دیا کہ اس حکم کے خلاف مجادلہ کرنا شیاطین کا کام ہے۔

ذرا غور کیجئے کہ قرآن حکیم تو بلاغت کا معیاری اور جامع مختصر کلام ہے۔ اگر کوئی شخص آپ کو پوری تفصیل کے ساتھ یہ بتلانا چاہیئے کہ بغیر اللہ کا نام بوقت ذبح لئے ہوئے جانور حلال نہیں ہوتا۔ اس کا کھانا حرام ہے تو وہ اس سے زیادہ کون سے الفاظ لائے جس سے آپ کو اس مسئلے میں شبہ نہ رہے یہ بھی قرآن کا اعجاز ہے کہ جس معاملہ میں کسی وقت اہل زیغ کی طرف سے کج بحثی کا خطرہ تھا اس کو بار بار مختلف عنوانات سے ایسا صاف کر دیا کہ تاویلات فاسدہ کرنے والے کو راہ نہ ملے۔

اسی لئے امام بخاری نے اس آیت کے آخری جملے سے اس طرف اشارہ ثابت کیا ہے کہ جو لوگ اس آیت میں تاویل کر کے بسم اللہ چھوڑنے کا جواز نکالتے ہیں وہ شیاطین کا اتباع کرتے ہیں (صحیح بخاری کتاب الذبائح، باب التسمیۃ علی الذبیحہ)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس باب میں اول تو اسی آیت سے یہ بات ثابت کی ہے کہ جس جانور کے ذبح پر اللہ کا نام قصداً چھوڑ دیا جائے وہ حرام ہے۔ بھول کر رہ جائے تو وہ معاف ہے کیونکہ قرآن کریم نے اس کو فسق فرمایا ہے۔ اور بھولنے والے کو فاسق نہیں کہا جا سکتا۔ اس کے بعد آیت کا آخری جملہ وان الشیاطین الخ نقل فرمایا ہے۔ اس جملے کے نقل کرنے کا مقصد حافظ حدیث امام ابن حجر شافعیؒ نے

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں یہ ذکر کیا ہے کہ :۔

فکانہ یشیر بذلک الی الزجر عن الاحتجاج لجواز ترک التسمیۃ بتاویل الآیۃ وحملھا علی غیر ظاھرھا۔

گویا کہ امام بخاری آیت کے اس جملے سے اس طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ اس میں اُن لوگوں کو زجر و تنبیہ مقصود ہے جو آیت مذکورہ میں ظاہر کے خلاف تاویل کر کے بسم اللہ ترک کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین سے لے کر متاخرین فقہا تک سبھی اس مسئلے میں متفق ہیں کہ جان بوجھ کر کوئی شخص ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا چھوڑ دے تو وُہ ذبیحہ نہیں مُردار ہے کھانا اس کا حرام ہے امام یوسفؒ نے اس پر اجماع امت نقل کیا ہے (کذا فی الہدایہ)

اِن حضرات کی تصریحات اور اقوال کو پُورا نقل کیا جائے تو ایک بڑی کتاب اسی کی بن جائے جس کا پڑھنا دیکھنا لوگوں کے لئے آسان نہیں اس لئے اُس میں سے کچھ اختصار کے ساتھ بقدر ضرورت نقل کیا جائیگا۔

ادارہ تحقیقات اسلامیہ کی تلبیس یا التباس

مگر اس سے پہلے اُس مغالطے کا ازالہ ضروری ہے جس کو لے کر ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب اور ان کے بعض رفقاء نے پُورے ملک میں ایک نیا فتنہ اخبارات و رسائل کے ذریعہ پھیلا رکھا ہے اور حیرت یہ ہے کہ اس میں وہ میرا نام بھی بار بار لاکر لوگوں کو یہ مغالطہ دینا چاہتے ہیں، کہ میں نے یہ کہا ہے کہ اس مسئلے میں علماء امت کا اختلاف ہمیشہ سے چلا آیا ہے۔

خوب سمجھ لیجئے کہ یہاں دو مسئلے جدا جدا ہیں ایک مسلمانوں کا ذبیحہ اور اس پر اللہ کا نام لینے کی قطعی شرط، دوسرے اہل کتاب کا ذبیحہ جس کا بیان عنقریب تفصیل کے ساتھ آئے گا۔ پہلے مسئلے میں پوری اُمت میں کوئی اختلاف نہیں۔ صرف امام شافعیؒ کی طرف جو اختلاف منسوب کیا جاتا ہے اُس کی تحقیق آگے آ رہی ہے۔ البتہ دُوسرا مسئلہ یعنی اہل کتاب کے ذبائح کی حلت جو قرآن کریم میں مذکور ہے اس کے متعلق بیشک صحابہ و تابعین اور فقہائے امت میں اختلاف چلا آتا ہے۔ بعض حضرات کے نزدیک ان کا وہی ذبیحہ حلال قرار دیا جائے گا جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو بعض نے فرمایا کہ ان کا وہ ذبیحہ بھی حلال ہے جس پر اللہ کا نام لینا یا نہ لینا ہمیں معلوم نہ ہو اور بعض حضرات نے ان کے اُس ذبیحہ کو بھی جائز قرار دیا ہے جس پر اللہ کا نام نہ لینا معلوم ہو۔ اور بعض حضرات نے تو یہاں تک بھی کہا ہے کہ جس ذبیحہ پر انہوں نے عزیرؑ یا مسیحؑ کا نام لیا ہو وہ بھی حلال ہے جس کی تفصیل

ذبائح اہل کتاب کے تحت میں آئے گی۔ یہی وہ اختلاف ہے جس کا احقر نے اپنے ایک فتویٰ میں ذکر کیا ہے افسوس ہے کہ ادارہ تحقیقات کے محققین میرے اس جملے کو جو ذبائح اہل کتاب کے سلسلے میں تھا مسلمانوں کے ذبیحہ میں کھینچ لائے اور یہ مغالطہ دیا کہ مسلمانوں کے ذبیحہ میں بھی اللہ کا نام لینے کی شرط ہمیشہ سے زیر خلاف چلی آئی ہے اور جب میں نے اس پر یہ لکھا کہ اس مسئلے میں امت کے درمیان کوئی معتد بہ خلاف نہیں بلکہ جمہور امت کے نزدیک مسئلہ اجماعی ہے تو میرے دو کلاموں میں تضاد ثابت کرنے لگے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ مسلمانوں کے ذبیحہ میں جس پر قصداً اللہ کا نام چھوڑ دیا جائے وہ باتفاق اہل اسلام حرام و ناجائز ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ نے اس کو اجماع کے خلاف قرار دیا ہے۔ ایک امام شافعی رحمہ کے اختلاف کی حقیقت کا بیان آگے آرہا ہے ہاں ذبائح اہل کتاب کے معاملہ میں بے شک یہ مسئلہ مختلف فیہا ہے اس میں صحابہ و تابعین اور فقہاء کے اقوال مختلف ہیں۔ فرمایئے ان دو باتوں میں کیا تضاد اور تعارض ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر ایک نظر

اس معاملہ میں سب سے پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اصل مذہب اس مسئلے میں کیا ہے خود حضرت امام موصوف کی اپنی تصنیف کتاب الام میں امام کے یہ الفاظ ہیں:۔

ولو نسی التسمیۃ فی الذبیحۃ اکل لان المسلم یذبح علی اسم اللہ عزّوجل وان نسی وکذلک ما اصیب بشیٔ من سلاحک الذی یمور فی الصیّد۔

(کتاب الام ص۲۲۷ ج ۲)

(تقریباً یہی عبارت کتاب الام کتاب الصید والذبائح ص۲۸ جلد ۸ میں بھی مذکور ہے)۔

ترجمہ:۔ "اگر ذبیحہ پر بسم اللہ کہنا بھول جائے تو یہ ذبیحہ کھانا جائز ہے۔ کیونکہ مسلمان دراصل اللہ ہی کے نام پر ذبح کرتا ہے اگرچہ زبان سے نام لینا بھول گیا ہو اسی طرح جب تم نے اپنا کوئی ہتھیار تیر وغیرہ جو شکار کے بدن میں داخل ہو جاتا ہے پھینکا اور بسم اللہ پڑھنا بھول گئے"

اس عبارت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی جمہور امت کے مطابق ترک بسم اللہ کو صرف نسیان کی صورت میں جائز قرار دیتے ہیں۔

اس لئے اسی کتاب کے باب ذبائح اہل کتاب میں فرمایا۔

فاذا زعم زاعم ان المسلم ان نسی اسم اللہ تعالیٰ اکلت ذبیحتہ وان ترکہ استخفافا لم توکل ذبیحتہ (کتاب الام ص۲۳۱ ج ۲)

ترجمہ: اگر کوئی کہنے والا یہ کہے کہ اگر مسلمان بوقت ذبح اللہ کا نام لینا بھول جائے تو اس کا ذبیحہ کھایا جائے گا اور اگر اُس نے اللہ کا نام لینا قصداً بوجہ استخفاف یعنی لاپرواہی کی بنا پر چھوڑا ہے تو اُس کا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔

اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوتی۔ ایک یہ کہ بھول کر تسمیہ چھوٹ گیا تو وہ معاف ہے دُوسرے یہ کہ جان بوجھ کر بھی استخفاف کے طور پر بسم اللہ کہنا چھوڑا ہے تو اُس کا ذبیحہ امام شافعیؒ کے نزدیک بھی حرام ہے۔ اب ایک صورت زیر اختلاف رہ گئی جس کا ذکر بیان نہیں کیا گیا وہ یہ کہ کسی نے بسم اللہ کہنا چھوڑا تو قصداً ہے مگر اتفاقی طور پر ایسا ہو گیا بسم اللہ کہنے سے بے پرواہی یا استخفاف مقصود نہیں اُس کا جواز اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے۔ یہی قول اشہبؒ کا تفسیر قرطبی نے اس طرح نقل کیا ہے۔

قال اشهب توكل ذبيحة تارك التسمية عمداً الّا ان يكون مستخفا (تفسير قرطبی ص۷۶ ج۷)

ترجمہ:۔ اشہبؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ذبیحہ پر اللہ کا نام قصداً چھوڑ دیا ہے اُس کا ذبیحہ کھایا جا سکتا ہے مگر جب اُس نے استخفاف کے طور پر تسمیہ چھوڑا ہو تو اوس کا ذبیحہ حرام ہے۔

لفظ استخفاف خفت سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں ہلکا ہونا تو استخفاف کے معنی کسی چیز کو ہلکا سمجھنے کے ہوئے۔ بعض دُوسرے علماء نے استخفاف کی جگہ لفظ تہاون استعمال کیا ہے۔ شرح مقدمہ مالکیہ میں اس کے متعلق یہ الفاظ ہیں۔

وكل هذا فى غير المتهاون واما المتهاون فلا خلاف انها لا توكل ذبيحته تحريمًا قاله ابن الحارث والبشير والمتهاون هو الّذى يتكرر منه ذلك كثيرا والله اعلم۔ (ذكره فى تفسير المظهرى من سورة الانعام ص۲۱۸ ج۳)

ترجمہ:۔ قصداً ترک تسمیہ کے متعلق جس کسی کا کچھ اختلاف ہے، وہ صرف اُس صورت میں ہے کہ بسم اللہ کہنے کو تہاون کے طور پر نہ چھوڑا ہو لیکن متہاون کے بارہ میں کسی کا اختلاف نہیں کہ اس کا ذبیحہ حرام ہے کھانے کے قابل نہیں۔ یہ قول ابن حارث اور بشیر کا ہے اور متہاون وہ شخص ہے جس سے بار بار بکثرت یہ فعل صادر ہو کہ ذبیحہ پر بسم اللہ نہ کہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعیؒ یا بعض دُوسرے علماء جنہوں نے قصداً ترک تسمیہ کے باوجود ذبیحہ کو حلال کہا ہے وہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ یہ تسمیہ استخفافاً اور تہاوناً نہ ہو یعنی اس کی عادت نہ ڈال لے بلکہ اتفاقی طور پر کبھی تسمیہ چھوڑ دیا ہو۔

اور پھر اس خاص شرط کے ساتھ متروک التسمیہ عمداً کو جو حلال کہا گیا ہے اُس کے ساتھ امام

شافعیؒ کا قول ظاہر یہ ہے کہ پھر بھی اس کا کھانا مکروہ ہے۔ جیسا کہ امام ابوبکر ابن العربی نے احکام القرآن میں نقل کیا ہے۔

ان ترکہا متعمداً کرہ اکلہا ولم تحرم قالہ القاضی ابوالحسن والشیخ ابوبکر من اصحابنا وھو ظاھر قول الشافعیؒ۔ (احکام ابن عربی ص۴۰۹ ج ۱)

ترجمہ: اگر بسم اللہ کو قصداً چھوڑ دیا تو اس ذبیحہ کا کھانا مکروہ ہے مگر حرام نہیں ہمارے اصحاب میں سے قاضی ابوالحسن اور شیخ ابوبکر کا یہی قول ہے اور ظاہر قول امام شافعیؒ کا بھی یہی ہے۔

اور علامہ نووی جو شافعی المذہب امام ہیں شرح مسلم میں فرماتے ہیں۔

وعلی مذھب اصحابنا یکرہ ترکہا وقیل لا یکرہ والصحیح الکراھۃ۔

(صحیح مسلم کتاب الصید والذبائح ص۱۴۵ ج ۲)

ترجمہ:۔ ہمارے اصحاب یعنی شافعیہ کے مذہب پر بسم اللہ کا چھوڑنا مکروہ ہے اور بعض نے کراہت سے انکار کیا مگر صحیح یہی ہے کہ شافعی مذہب میں ترک تسمیہ عمداً مکروہ ہے۔

مذکورہ بالا تصریحات سے اس مسئلے میں امام شافعیؒ کے مذہب کے متعلق امور ذیل ثابت ہوئے۔

(۱) ذبیحہ پر بسم اللہ کا قصداً چھوڑنا اُن کے نزدیک بھی مکروہ ہے۔

(۲) جس ذبیحہ پر بسم اللہ قصداً چھوڑ دی گئی ہو اُس کا کھانا بھی ظاہری قول امام شافعیؒ کے مطابق مکروہ ہے۔

(۳) یہ کراہت کا قول بھی اُس وقت ہے جبکہ بسم اللہ چھوڑنا بطور استخفاف و تہاون کے نہ ہو اتفاق ہوا اور جو شخص بار بار ایسا کرے اور اس کی عادت بنالے وہ تہاون و استخفاف میں داخل ہے اُس کا ذبیحہ جمہور اُمت کے قول کے مطابق امام شافعیؒ کے نزدیک بھی حرام ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ کی طرف مطلقاً متروک التسمیہ عمداً کی حلت کو منسوب کر دینا صحیح نہیں بلکہ جمہور اُمت کی طرح متہاون فی ترک التسمیہ کے ذبیحہ کو وہ بھی حرام کہتے ہیں نیز جس کو حلال کہا ہے وُہ بھی کراہت اور گناہ سے خالی نہیں۔ اور جمہور علماء اُمت اس صورت کو بھی قطعی حرام اور ذبیحہ کو مُردار قرار دیتے ہیں۔ اسی لئے صاحب ہدایہ نے امام شافعیؒ کے اس قول کو اجماع کے خلاف قرار دیا ہے اور ان کے الفاظ یہ ہیں:۔

وھذا القول من الشافعیؒ مخالف للاجماع فانہ لاخلاف فیمن کان قبلہ فی حرمۃ متروک التسمیۃ عامداً وانما الخلاف بینھم فی متروک التسمیۃ ناسیا فمن مذھب ابن عمر انہ یحرم ومن مذھب علی وابن عباس انہ یحل

بخلاف المتروك التسمية عامداً ولهذا قال ابو یوسف ان متروك التسمية عامداً لا يسع فيه الاجتهاد ولوقضى القاضي بجوازبيعه لاينفذ لكونه مخالفا للاجماع (ہدایہ کتاب الذبائح)

ترجمہ:- امام شافعیؒ کا یہ قول اجماع کا مخالف ہے کیونکہ امام شافعیؒ سے پہلے قصداً بسم اللہ چھوڑے ہوئے ذبیحہ کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں۔ جو کچھ خلاف سلف صالحین میں ہے وہ بھول کر بسم اللہ چھوٹ جانے میں ہے جس میں ابن عمرؓ کا مذہب یہ ہے کہ بھولے سے بسم اللہ چھوٹ گئی تب بھی جانور حرام ہوگیا اور حضرت علیؓ و ابن عباسؓ کا مذہب یہ ہے کہ وہ حلال ہے بخلاف اوس جانور کے جس پر بسم اللہ قصداً چھوڑ دی گئی ہو۔

اس لئے امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ متروک التسمیہ عامداً میں کسی اجتہاد و اختلاف کی گنجائش نہیں اور اگر کوئی قاضی اوس کے بیع کے جائز ہونے کا فیصلہ دیدے تو اس کا فیصلہ بھی خلاف اجماع ہونے کے سبب نافذ نہیں۔

صاحب ہدایہ کے اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعیؒ سے پہلے صحابہ و تابعین میں کسی کا یہ قول نہیں کہ جس ذبیحہ پر قصداً بسم اللہ چھوڑ دی جائے وہ حلال ہے مگر ابن کثیرؒ نے سورہ انعام کی تفسیر میں ہدایہ کے اس نقل اجماع پر اس لئے تعجب کا اظہار کیا ہے کہ ابن کثیرؒ نے اس مسئلے میں امام شافعیؒ کی تائید میں حضرت ابن عباسؓ ابو ہریرہؓ اور عطاء ابن ابی رباحؒ کا قول بھی ذکر کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

وحکی عن ابن عباس وابی هريرة وعطاء (ابن کثیرؒ)

ترجمہ:- یعنی یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہی قول حضرت ابن عباس ابو ہریرہ اور عطا کا بھی ہے۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ ابن کثیرؒ نے ان حضرات کا یہ قول بصیغہ تمریض نقل کیا ہے یعنی یہ کہ ایسا کہا جاتا ہے نہ تو اس کی کوئی سند اور حوالہ دیا اور نہ اس پر جزم کا اظہار کیا ہے۔ بہرحال ابن کثیرؒ نے یہاں یہ تسلیم نہیں کیا کہ امام شافعیؒ سے پہلے کوئی اس کا قائل نہیں تھا اور تفسیر قرطبی میں تو اس قول کی موافقت میں بہت سے صحابہؓ و تابعین کے نام شمار کر دیئے ہیں، ان کے الفاظ یہ ہیں :-

ان تركها عامداً اوناسيا اكلها وهو قول الشافعي والحسن وروى ذلك عن ابن عباس وابي هريرة وعطاء وسعيد بن المسيب والحسن وجابر بن زيد وعكرمة وابي عياض وابي رافع وطاؤس وابراهيم النخعي وعبد الرحمن بن ابي ليلى وقتادة الخ (ص ۷۵ ج ۷)

ترجمہ:۔ اگر بسم اللہ کو چھوڑ دیا خواہ قصداً یا نسیاناً، اس کو کھا سکتے ہیں۔ یہی قول امام شافعی اور حسن بصری کا ہے۔ اور ایک روایت میں ابن عباس۔ ابوہریرہ عطا، سعید بن مسیبؒ حسن۔ جابر بن زید۔ ابوعیاض۔ ابورافع۔ طاؤس ابراہیم نخعی۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ قتادہ سے بھی منقول ہے۔

اس میں بھی قرطبی نے امام شافعیؒ کی موافقت میں حضرت حسن کا قول تو جزم و یقین کے الفاظ سے ذکر کیا ہے، باقی اقوال کو وہی بصیغہ تمریض لفظ "روی" سے بغیر کسی سند اور حوالہ کے لکھا ہے۔ بہرحال اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اتنے حضرات صحابہ و تابعینؒ کا قول امام شافعیؒ کی موافقت میں ہے تو اس کو خلاف اجماع نہیں کہا جا سکتا لیکن صاحب ہدایہ نے ابن کثیر کے اس اشکال کا پہلے ہی یہ جواب دیدیا ہے کہ امام شافعیؒ کے سوا باقی حضرات کا جو اختلاف ہے وہ عام نہیں بلکہ صرف نسیان اور بھول کی صورت میں ہے کہ اگر کوئی شخص ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا بھول گیا۔ تو ان حضرات کے نزدیک وہ ذبیحہ بغیر تسمیہ کے بھی حلال ہے، اور اس کے بالمقابل بہت سے حضرات صحابہ و تابعین کا قول یہ ہے کہ بھول کر بھی بسم اللہ چھوٹ گئی تو ذبیحہ حلال نہیں۔

اب ذرا مذکور الصدر حضرات کے اقوال کی حقیقت پر نظر ڈالیے کہ وہ عمداً ترک بسم اللہ کے متعلق ہیں یا سہواً کے متعلق؟ ان میں سے حضرت ابن عباسؓ کا قول تو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں اس طرح نقل کیا ہے۔

وقال ابن عباس من نسی فلا بأس (صحیح بخاری کتاب الذبائح جلد دوم)

ابن عباس فرماتے ہیں کہ جو شخص بسم اللہ کہنا بھول گیا تو کوئی مضائقہ نہیں۔ (ذبیحہ اس کا حلال ہے)

اگر ابن عباسؓ کے نزدیک قصداً اور نسیاناً ہر حالت میں ترک بسم اللہ میں کوئی مضائقہ نہ ہوتا اور وہ دونوں کو حلال قرار دیتے تو یہاں نسیان کی قید و شرط کے کیا معنی ہوتے ہیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس کا قول صرف نسیان کی صورت سے متعلق ہے۔ عمداً اور قصداً ترک تسمیہ کی صورت میں اُن کے نزدیک ذبیحہ حلال نہیں۔ جیسا کہ صاحب ہدایہ نے فرمایا ہے اور خود حافظ ابن کثیرؒ نے اسی آیت کے ذیل میں یہاں امام شافعیؒ کی موافقت میں ابن عباسؓ اور ابوہریرہؓ اور عطاءؒ کا قول نقل کیا ہے۔ اسی سلسلے میں آگے چل کر وہ لکھتے ہیں۔

المذهب الثالث فی المسئلة ان ترك البسملة علی ذبیحة نسیانا لم یضرو ان ترکها عمدا لم تحل، هٰذا هو المشهور من مذهب الامام مالك و

احمد بن حنبل وبه يقول ابو حنيفة واصحابه واسحق بن راهويه وهو المحكي عن علي وابن عباس و سعيد بن المسيب و عطاء وطاؤس والحسن البصري وابي مالك وعبد الرحمٰن بن ابي ليلی وجعفر بن محمد وربيعة بن عبد الرحمٰن۔
(ابن کثیر ص ۱۲ ج ۲)

ترجمہ: تیسرا مذہب اس مسئلے میں یہ ہے کہ اگر بسم اللہ کو ذبیحہ پر نسیاناً ترک کر دے تو مضر نہیں اور اگر قصداً ترک کر دے تو حلال نہیں یہی مشہور مذہب ہے امام مالکؒ۔ احمد بن حنبلؒ کا اور اسی کے قائل ہیں ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب اور اسحق بن راہویہ۔

اور وہی روایت کیا گیا ہے حضرت علیؓ، ابن عباسؓ، سعید بن مسیب، عطاء، طاؤس، حسن بصری، ابو مالک۔ عبدالرحمٰن ابن ابی لیلے۔ جعفر بن محمد ربیعۃ بن عبدالرحمٰن سے۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس جگہ ابن کثیر نے تقریباً ان تمام حضرات کے اختلاف کو صرف نسیان کی صورت میں نقل کیا ہے جن کا قول تفسیر قرطبی اور خود ابن کثیر میں امام شافعیؒ کی موافقت میں ذکر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان تمام حضرات کا اختلاف صرف نسیان بسم اللہ کی صورت میں ہے۔ عمداً ترک کرنے کی صورت میں نہیں، جس کسی نے ان کا قول امام شافعیؒ کی موافقت میں نقل کر دیا ہے۔ وہ اس بنیاد پر ہے کہ ایک جزو یعنی بصورت نسیان ترک تسمیہ میں یہ حضرات بھی امام شافعیؒ کی موافقت رکھتے ہیں۔ اور یہ بھی بعید نہیں کہ ان حضرات میں سے کسی کے اس مسئلے میں دو قول ہوں، ایک امام شافعیؒ کی موافقت میں دوسرا خلاف میں جیسا کہ ائمہ مجتہدین کے اقوال کا تجربہ رکھنے والوں پر مخفی نہیں کہ بعض مسائل میں ایک فقیہ کے خود مختلف اقوال ہوتے ہیں جن میں معمول بہ وہ قول ہوتا ہے جو ان کا آخری قول ہو یا دلائل کتاب و سنت کی رو سے زیادہ قوی ہو۔ اسی طرح کچھ ایسا بھی ہوا ہے کہ بعض صحابہ و تابعین نے ذبائح اہل کتاب کے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ بسم اللہ قصداً بھی ترک کر دیں تو ان کا ذبیحہ حلال ہے ان حضرات کے قول کو بھی بعض نے تسامحاً امام شافعیؒ کی موافقت میں نقل کر دیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہاں تین مسئلے الگ الگ ہیں۔

۱۔ مسلمانوں کے ذبیحہ پر اللہ کا نام قصداً چھوڑ دینا۔

۲۔ مسلمانوں کے ذبیحہ میں سہواً و نسیاناً بسم اللہ کا ترک ہو جانا۔

۳۔ اہلِ کتاب کے ذبائح جن پر قصداً اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔

ان میں سے آخری دو مسئلوں میں تو صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین میں اختلافات ہیں مگر پہلے مسئلہ

میں امام شافعیؒ سے پہلے کوئی اختلاف نہیں بعض مصنفین نے آخری دو مسئلوں میں امام شافعیؒ کی موافقت کرنے والوں کا قول کہیں مسامحۃً مطلق قول شافعیؒ کی تائید میں بھی نقل کر دیا ہے جس سے بعض حضرات کو مغالطہ لگا ہے۔ اس لئے صاحب ہدایہ کا یہ کہنا کہ یہ قول مخالف اجماع ہے اپنی جگہ صحیح اور درست ہے اور اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کیا جائے کہ ان میں سے ایک دو قول بالکل امام شافعیؒ کی موافقت میں یعنی مسلمان کے قصداً ترک تسمیہ کی صورت میں بھی ذبیحہ کو حلال قرار دینا اون کا مسلک ہو تو جمہور امت کے بالمقابل ایک دو قول کو منافیٔ اجماع نہیں کہا جا سکتا۔

جیسا کہ اسی آیت کی تفسیر میں ابن کثیر نے ابن جریر کے حوالہ سے لکھا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :-

الا ان قاعدۃ ابن جریر انہ لا یعتبر قول الواحد و الاثنین مخالفا لقول الجمہور فیعدہ اجماعًا فلیعلم ھٰذا واللہ الموفق۔ (ابن کثیر صـ۱۶۹ ج ۲)

مگر ابن جریر کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ ایک دو قول جو جمہور کے مخالف ہوں اوس کا اعتبار نہیں کرتے بلکہ جمہور کے قول کو اجماع ہی قرار دیتے ہیں اس کو خوب سمجھ لینا چاہیئے۔

یہی وجہ ہے کہ ائمہ شافعیہ میں سے بھی بہت سے محقق حضرات نے امام شافعی کے اس قول کو اختیار نہیں کیا۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت شان سے کونسا مسلمان واقف نہیں اور یہ بھی سب کو معلوم ہے کہ ان کا فقہی مسلک امام شافعیؒ کی پیروی ہے مگر انہوں نے احیاء العلوم کتاب الحلال والحرام میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

لان الاٰیۃ ظاہرۃ فی ایجابھا والاخبار متواترۃ فیہ فانہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لکل من سألہ عن الصید اذا ارسلت کلبک المعلم وذکرت اسم اللہ فکل ونقل ذلک علی التکرر وقد شھر الذبح بالبسملۃ وکل ذلک یقوی دلیل الاشتراط (احیاء العلوم مصری صـ۱۰۳ ج ۲)

ترجمہ۔ کیونکہ آیت قرآنی سے یہی ظاہر ہے کہ بسم اللہ پڑھنا ذبیحہ پر واجب ہے اور احادیث اس مسئلہ پر متواتر ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکار کے متعلق ہر سوال کرنے والے کو یہی جواب دیا ہے کہ جب تم نے اپنے تربیت یافتہ شکاری کتے کو بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑا تو اس کا شکار حلال ہے۔ اور یہ سوال وجواب بار بار پیش آیا ہے اور امت میں ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا مشہور ومعروف ہے۔ یہ سب وجوہ اس کی تائید وتقویت کرتی ہیں کہ ذبیحہ کے حلال ہونے کے لئے بسم اللہ شرط ہے۔

اور ابن کثیر نے ایک شافعی المذہب عالم ابوالفتوح محمد علی طائی کی کتاب اربعین سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے شافعی المذہب ہونے کے باوجود متروک التسمیہ عامداً کو حلال نہیں کہا۔ (ابن کثیر ص ۱۶۹ ج ۲ سورہ انعام)

یہ بحث خاصی طویل ہوگئی لیکن اس کی ضرورت اس لئے تھی کہ ملک میں جو فتنہ مشینی ذبیحہ کا پھیلایا جا رہا ہے اوس کی تمہید اسی بحث سے اٹھائی گئی ہے کہ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا کوئی شرعی اہمیت نہیں رکھتا، مسلمان بالقصد بھی بسم اللہ ترک کردے تو ذبیحہ حلال رہتا ہے۔ اوّل اس مسئلے کو دوسرے مسائل مثلاً ذبائح اہل کتاب اور نسیاناً ترک بسم اللہ کی ساتھ خلط ملط کر کے ایک اختلافی مسئلہ بنا دیا گیا پھر اقوال مختلفہ میں سے اپنے مطلب کے مطابق ایک قول کو اختیار کرلینا کوئی مشکل کام نہ رہا۔

حالانکہ یہاں جس قول کو اختیار کیا جا رہا ہے۔ صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین میں امام شافعیؒ کے ایک قول کے سوا کوئی اس کا قائل نہیں۔ اور امام شافعیؒ کے قول میں بھی تفصیل اون کے نزدیک بھی بعض صورتیں متروک التسمیہ عامداً کی حرام ہیں اور جن کو جائز کہا ان میں ظاہر مذہب ان کا یہ ہے کہ وُہ بھی مکروہ ہیں پھر بھی اُمت علماء شافعیہ نے بھی اس مسئلے میں جمہور ہی کے قول کو ترجیح دی ہے جس کی تفصیل آگے آئے گی اور وجہ اُس کی قرآن کی وہ واضح آیات ہیں جن میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں۔ پھر احادیث متواترہ نے اس کو اور بھی ناقابلِ تاویل بنا دیا ہے جس کی تفصیل پہلے آچکی ہے۔

ذبائح اہلِ کتاب کا مسئلہ

قرآن کریم نے متعدد آیات میں ذبیحہ پر اللہ کا نام لینے کو شرط ضروری بتلا کر یہ واضح کر دیا کہ جانور کا ذبیحہ عام کھانے پینے اور برتنے کی چیزوں کی طرح نہیں بلکہ اوس کی ایک شرعی اور مذہبی حیثیت ہے اُس کا تقاضا یہ ہے کہ کسی غیر مسلم کا ذبیحہ حلال نہ ہو کیونکہ وُہ اس اسلامی پابندی پر ایمان ہی نہیں رکھتا کہ اللہ کے نام سے جانور حلال ہوتا ہے۔ اس کے بغیر مُردار ہو جاتا ہے

لیکن سورہ مائدہ کی آیت مذکورہ نے اس میں سے کفّار اہل کتاب کو مستثنیٰ کر دیا ہے۔ آیت کے الفاظ یہ ہیں۔

> الیوم احل لکم الطیبات وطعام الّذین اوتوا الکتاب حل لکم و طعامکم
> حل لھم والمحصنٰت من المؤمنات والمحصنٰت من الّذین من الّذین اوتوا الکتاب
> من قبلکم (مائدہ ۵)

آج حلال ہوئی تم کو سب ستھری چیزیں اور اہلِ کتاب کا کھانا تم کو حلال ہے اور تُمہارا کھانا

اُن کو حلال ہے اور حلال ہیں تم کو پاکدامن عورتیں مسلمان اور پاکدامن عورتیں اُن میں سے جن کو دی گئی کتاب تم سے پہلے۔

سورۂ مائدہ کی تیسری آیت میں مذکور تھا الیوم اکملت لکم دینکم یعنی ہم نے آج تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر مکمل کر دی اس پانچویں آیت میں الیوم احلّت لکم الطیبّات کے الفاظ سے اسی طرف اشارہ ہے کہ جو طیبات تم پر اب حلال رکھی گئی ہیں وہ ہمیشہ کے لئے حلال ہیں اب کسی نسخ کا احتمال نہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل نظر ہے کہ اس آیت میں اوّل تو مسلمانوں کے لئے طیبات یعنی پاکیزہ چیزوں کے حلال کرنے کا ذکر فرمایا اس کا ظاہری تقاضا یہ تھا کہ کفار خواہ مشرکین ہوں یا اہل کتاب کسی کا مارا ہُوا جانور مسلمانوں کے لئے حلال نہ ہو کیونکہ وُہ بظاہر طیبات میں داخل نہیں، مگر اس کے بعد وطعام الّذین اوتوا الکتاب حل لکم فرما کر اہل کتاب کے ذبیحہ کو بطور استثنا مسلمانوں کے لئے حلال قرار دیدیا گیا۔ اسی طرح اہل کتاب کی عورتوں سے مسلمان مرد کے نکاح کی بھی اجازت آیت کے آخر میں دے دی گئی۔ اس کی تفصیلی بحث تو آگے آ رہی ہے۔

یہاں ایک جملہ اور قابل غور ہے۔ طعامکم حل لھم یعنی مسلمانوں کا کھانا اہل کتاب کے لئے حلال ہے۔ اس میں یہ سوال ہے کہ مسلمانوں کا کھانا تو سبھی کے لئے حلال ہے۔ مشرکین کے لئے بھی ممنوع نہیں۔ پھر اس جگہ اہل کتاب کے لئے خاص کر کے کیوں ذکر کیا گیا؟

علماء تفسیر نے اس کی کئی وجوہ بیان فرمائی ہیں اُن میں سے زیادہ اقرب وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس آیت نے اہل کتاب کے ساتھ دو معاملوں کی اجازت دی ہے۔ ایک ان کے ذبائح کھانے کی اجازت۔ دُوسرے ان کی عورتوں سے نکاح کا جواز۔

اس جگہ اہل کتاب کی تخصیص سے مقصود ان دونوں معاملوں میں ایک خاص فرق کا اظہار ہے وہ یہ کہ طعام و ذبائح کا معاملہ تو دونوں طرف سے جائز ہے۔ اہل کتاب کے ذبائح مسلمانوں کے لئے اور مسلمانوں کے اہل کتاب کے لئے جائز ہیں مگر نکاح کا معاملہ ایسا نہیں اس میں جواز صرف یکطرفہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہے مگر مسلمان عورت کے لئے اہل کتاب مرد سے نکاح جائز نہیں۔ اس لئے طعام کے مسئلے کو دو طرفہ جواز کی صورت میں بیان کر دیا۔ اس کے بعد نکاح کے مسئلے میں صرف نساء اہل کتاب کی اجازت مسلمانوں کے لئے مخصوص کر کے بتلا دی۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ مسلمان عورت کا نکاح اہل کتاب مرد سے جائز نہیں۔

آیت مذکورہ کے الفاظ کی تشریح و تفسیر کے بعد مسئلہ زیر بحث کا تجزیہ کیا جائے تو چار سوال قابل غور ہیں:-

(۱) اوّل یہ کہ اہلِ کتاب سے کون لوگ مُراد ہیں۔

(۲) دُوسرے یہ کہ طعام اہل کتاب سے کیا مُراد ہے۔

(۳) تیسرے یہ کہ تمام کفّار میں سے طعام اہل کتاب کو حلال قرار دینے کی حکمت کیا ہے۔

(۴) چوتھے یہ کہ طعام اہل کتاب سے اُن کا ہر کھانا بلاکسی قید و شرط کے مطلقاً مُراد ہے کہ وُہ جو کُچھ کھاتے ہیں وُہ سب مسلمانوں کے لئے حلال کر دیا گیا یا صرف وہی کھانا مُراد ہے جو اسلامی اصُول کے لحاظ سے مسلمانوں کے لئے حلال ہے۔

پہلے سوال کا جواب گذشتہ تحریر میں بحوالہ تفسیر قرطبی ص۷۶ جلد ۲ حضرت عبداللہ ابن عباس کے بیان سے یہ آچکا ہے کہ اہل کتاب سے مُراد یہود و نصاریٰ ہیں۔ اور تفسیر بحر محیط میں ہے

وظاھر قولہ اوتوا الکتاب انہ مختص بنی اسرائیل والنصاری الذی نزل علیھم التوراۃ والانجیل (ص۴۳۱ ج ۳)

قرآن کے الفاظ الذین اوتو الکتاب سے ظاہر یہی ہے کہ یہ بنی اسرائیل اور نصاریٰ کے ساتھ مخصوص ہے جن پر تورات وانجیل نازل ہوئی ہے۔

اور خود قرآنی تصریحات سے یہ بھی ثابت ہے کہ نزول قرآن کے زمانے میں جو یہود و نصاریٰ موجُود تھے اور جن کے کھانے اور عورتوں کی حلت کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے یہ وُہی یہود و نصاریٰ ہیں جن کے بارے میں قرآن کریم نے یہ بھی تصریح فرمادی ہے کہ یہ لوگ اپنی آسمانی کتابوں میں تحریف کیا کرتے تھے، اور یہ کہ اُنھوں نے حضرت عیسیٰ اور مریم علیہا السّلام کو خُدا تعالیٰ کا شریک اور معبُود بنا رکھا تھا اور اسی لئے قرآن کریم نے اُن کو کافر قرار دیا ہے۔

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح بن مریم

کافر ہوگئے وُہ لوگ جنھوں نے کہا کہ اللہ تو مسیح بن مریم ہی ہیں۔

اس سے معلُوم ہوا کہ طعام اہل کتاب جس کے حلال ہونے کا اس آیت میں ذکر ہے اُن اہلِ کتاب کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وُہ اصل تورات وانجیل پر عمل کرتے ہوں بلکہ وہ سب یہود و نصاریٰ اس میں داخل ہیں جو اصلی تورات وانجیل میں تحریف کر کے شرک میں مبتلا ہو گئے تھے اور تورات وانجیل کے بہت سے احکام کو بھی بدل ڈالا تھا۔ تفسیر ابن جریر۔ ابن کثیر۔ بحر محیط وغیرہ میں تمام صحابہ و تابعین اور جمہور اُمّت کا یہی مسلک نقل کیا گیا۔

صرف نام کے یہودی نصرانی بحقیقت دہریئے اس میں داخل نہیں

آجکل یورپ کے عیسائی اور یہودیوں میں ایک بہت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی بھی ہے جو اپنی مردم شماری کے اعتبار سے یہودی یا نصرانی کہلاتے ہیں مگر درحقیقت وُہ خُدا کے وجود کے اور کسی مذہب ہی کے قائل نہیں۔ نہ تورات و انجیل کو خدا کی کتاب مانتے ہیں نہ موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو اللہ کا نبی و پیغمبر تسلیم کرتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ وُہ محض مردم شماری کے نام کی وجہ سے اہلِ کتاب کے حکم میں داخل نہیں ہوسکتے۔ نصاریٰ بنی تغلب کے بارہ میں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ان کا ذبیحہ حلال نہیں۔ اُس کی وجہ یہی بتلائی ہے کہ یہ لوگ دین نصرانیت میں سے بجُز شراب نوشی کے اور کسی چیز کے قائل نہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد یہ ہے

روی ابن الجوزی بسندہ عن علیؓ قال لا تاکلوا من ذبائح نصاری بنی تغلب فانھم لم یتمسکوا من النصرانیہ بشیئٍ الا شربھم الخمر رواہ الشافعیؒ بسند صحیح عنہ (تفسیر مظہری ص۳۴ ج ۳ مائدہ)

ابن جوزی نے سند کے ساتھ حضرت علیؓ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ نصاریٰ بنی تغلب کے ذبائح کو نہ کھاؤ کیونکہ اونہوں نے مذہب نصرانیت میں سے شراب نوشی کے سوا کچھ نہیں لیا۔

امام شافعیؒ نے بھی سند صحیح کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بنی تغلب کے متعلق یہی معلومات تھیں کہ وہ بے دین ہیں نصرانی نہیں ہیں اگرچہ نصرانی کہلاتے ہیں اس لئے اُن کے ذبیحہ سے منع فرمایا۔

جمہور صحابہ و تابعین کی تحقیق یہ تھی کہ یہ بھی عام نصرانیوں کی طرح ہیں بالکل دین کے منکر نہیں ہیں اس لئے اُنہوں نے اُن کا ذبیحہ بھی حلال قرار دیا۔

وقال جمھور الامۃ ان ذبیحۃ کل نصرانی حلال سواء کان من بنی تغلب او غیرھم وکذلک الیھودی (تفسیر قرطبی ص۷۸ ج ۶)

اور جمہور امت کہتے ہیں کہ نصرانی کا ذبیحہ حلال ہے خواہ بنی تغلب میں سے ہو یا اُن کے سوا کسی دُوسرے قبیلہ اور جماعت سے ہو اسی طرح ہر یہودی کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ جن نصرانیوں کے متعلق یہ بات یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ وہ خُدا کے وجُود ہی کو نہیں مانتے یا حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کو اللہ کا نبی ہی نہیں مانتے وہ اہل کتاب کے حکم میں نہیں۔

طعام اہلِ کتاب سے کیا مُراد ہے؟

طعام کے لغوی معنی کھانے کی چیز کے ہیں جس میں از روئے لغت عربی ہر قسم کی کھانے کی چیزیں داخل ہیں۔ لیکن جمہور امت کے نزدیک اس جگہ طعام سے مُراد صرف اہلِ کتاب کے ذبائح کا گوشت ہے۔ کیونکہ گوشت کے سوا دُوسری اشیاء خوردنی میں اہلِ کتاب اور دُوسرے کفار میں کوئی امتیاز اور فرق نہیں کھانے پینے کی خشک چیزیں گیہوں، چنا، چاول اور پھل وغیرہ ہر کافر کے ہاتھ کا مسلمانوں کے لئے حلال و جائز ہے اس میں کسی کا کوئی خلاف نہیں اور جن کھانے میں انسانی صنعت کو دخل ہے جیسے پکی ہُوئی روٹی۔ ترکاری وغیرہ۔ اس میں چونکہ کفار کے برتنوں اور ہاتھوں کی طہارت کا کوئی بھروسہ نہیں اس لئے احتیاط اس میں ہے کہ اُس سے اجتناب کیا جائے بلاضرورت شدیدہ استعمال نہ کریں۔ مگر اس میں جو حال مشرکین بُت پرستوں کا ہے وہی اہلِ کتاب کا بھی ہے کہ نجاست کا احتمال دونوں میں برابر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہلِ کتاب اور دُوسرے کفار کے طعام میں جو فرق شرعاً ہو سکتا ہے وُہ صرف اُن کے ذبائح کے گوشت میں ہے۔ اس لئے آیت مذکورہ میں باتفاق اُمت طعام اہلِ کتاب سے مُراد اُن کے ذبائح ہیں۔ امام تفسیر قرطبی نے لکھا ہے۔

والطعام اسم لما یوکل والذبائح منہ وھو ھھنا خاص بالذبائح عند کثیر من اھل العلم بالتاویل واما ما حرم طعامھم فلیس بداخل فی عموم الخطاب (قرطبی ص ج ٦)

لفظ طعام ہر کھانے کی چیز کے لئے بولا جاتا ہے جس میں ذبائح بھی داخل ہیں اور اس آیت میں طعام کا لفظ خاص ذبائح کے لئے استعمال کیا گیا۔ اکثر علماء تفسیر کے نزدیک اور اہلِ کتاب کے طعام میں سے جو چیزیں مسلمانوں کے لئے حرام ہیں وُہ اس عموم خطاب میں داخل نہیں۔

اس کے بعد امام قرطبیؒ نے اس کی مزید تفصیل اس طرح بیان فرمائی ہے:-

لاخلاف بین العلماء ان مالا یحتاج الی ذکاۃ کالطعام الذی لا محاولۃ فیہ کالفاکھۃ والبر جائز اکلہ اذلا یضر فیہ تملک احد والطعام الذی تقع فیہ المحادلۃ علی ضربین احدھما ما فیہ محاولۃ صنعۃ لا تعلق لھا بالدین کخبز الدقیق وعصرۃ الزیت ونحوہ فھذا ان تجنب من الذمی فعلی وجہ التقذر ا والضرب الثانی التزکیۃ التی ذکرنا انما ھی التی یحتاج الی الدین والنیۃ

فلما كان القياس ان لا تجوز ذبائحهم كما نقول انهٗ لا ملة لهم ولا عبادة مقبولة لكن رخص الله تعالى فى ذبائحهم على هٰذه الامة واخرجها النص عن القياس على ماذكرنا من قول ابن عباسؓ ۔ (قرطبی سورہ مائدہ ص۶۷ ج ۶)

علماء کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وُہ چیزیں ہیں جن ذکاۃ کی ضرورت نہیں ہوتی مثلاً وہ کھانا جس میں کوئی تصرف نہیں کرنا پڑتا، جیسے میوہ، اور گندم وغیرہ، اس کا کھانا جائز ہے اس لئے کہ اس میں کسی کا مالک بننا چنداں مضر نہیں ہے، البتہ وُہ کھانا جس میں انسان کو کچھ عمل کرنا پڑتا ہے ۔ اس کی دو قسمیں ہیں، ایک وُہ جس میں کوئی ایسا کام کرنا پڑے جس کا دین سے کوئی تعلق نہ ہو، مثلاً آٹے سے روٹی بنانا، اور زیتون سے تیل نچوڑنا وغیرہ، کافر ذمی کی ایسی چیزوں سے اگر کوئی بچنا چاہے تو وُہ محض طبعی کراہت کی بنا پر ہوگا اور دُوسری قسم وُہ ہے جس میں عمل ذکاۃ کرنا پڑتا ہے جس کے لئے دین اور نیّت کی ضرورت ہے تو اگرچہ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ کافر کی نماز اور عبادتوں کی طرح اس کا عمل ذکاۃ بھی قبول نہ ہونا چاہیئے تھا لیکن اللہ نے اس اُمّت کے لئے خاص طور پر ان کے ذبائح حلال کر دیئے، اور حضرت ابن عباسؓ کی نص نے اس مسئلے کو خلاف قیاس ثابت کیا ہے ۔

خلاصہ یہ ہے کہ طعام اہلِ کتاب سے مراد اس آیت میں بالاتفاق علماء تفسیر وُہ طعام ہے جس کی حلّت مذہب اور عقیدہ پر موقوف ہے یعنی ذبیحہ اسی لئے اس طعام میں اہل کتاب کے ساتھ امتیازی معاملہ کیا گیا کیونکہ وُہ بھی اللہ کی بھیجی ہُوئی کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان کے مدعی ہیں اگرچہ اُن کی تحریفات نے ان کے دعویٰ کو مجروح کر دیا یہاں تک کہ شرک و کفر میں مبتلا ہو گئے ۔ بخلاف بُت پرست مشرکین کے کہ وُہ کسی آسمانی کتاب یا نبی و رسُول پر ایمان لانے کا دعویٰ بھی نہیں رکھتے اور جن کتابوں یا شخصیتوں پر اُن کا ایمان ہے ۔ وُہ نہ اللہ کی بھیجی ہوئی کتابیں ہیں نہ ان کا رسُول و نبی ہونا اللہ کے کسی کلام سے ثابت ہے ۔

اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہونیکی حکمت اور وجہ

زیر بحث مسئلے کا یہ تیسرا سوال ہے اس کا جواب اکثر صحابہ و تابعین اور ائمہ تفسیر کی طرف سے یہ ہے کہ تمام کفار میں سے اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ کے ذبیحہ اور اُن کی عورتوں سے نکاح کو حلال قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دین میں سینکڑوں تحریفات کے باوجود ان دو مسئلوں میں اُن کا مذہب بھی اسلام کے بالکل مطابق ہے یعنی وہ بھی ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا عقیدۃً ضروری سمجھتے ہیں ۔ اس کے بغیر جانور کو مُردار و میتہ اور ناپاک و

حرام قرار دیتے ہیں۔اسی طرح مسئلہ نکاح میں جن عورتوں سے اسلام میں نکاح حرام ہے ان کے مذہب میں بھی حرام ہے اور جس طرح اسلام میں نکاح کا اعلان اور گواہوں کے سامنے ہونا ضروری ہے۔اسی طرح ان کے موجودہ مذہب میں بھی یہی احکام ہیں۔ امام تفسیر ابن کثیر نے یہی قول اکثر صحابہ وتابعین کا نقل فرمایا ہے ان کی عبارت یہ ہے۔

(وطعام اهل الكتاب) قال ابن عباس وابو أمامة ومجاهد وسعيد بن جبير وعكرمة وعطاء والحسن ومكحول وابراهيم النخعي والسدى ومقاتل بن حيان يعني ذبائحهم وهذا الامر مجمع عليه بين العلماء ان ذبائحهم حلال للمسلمين لانهم يعتقدون تحريم الذبح لغير الله ولا يذكرون على ذبائحهم الا اسم الله وان اعتقدوا فيه تعالى ما هو منزه عنه تعالى وتقدس (ابن کثیر سورہ مائدہ پ ۱۹ ج ۲)

ابن عباسؓ، ابو امامہؓ، مجاہد، سعید بن جبیرؒ، عکرمہؒ، عطاءؒ، حسنؒ، مکحول، ابراہیم نخعیؒ سدیؒ اور مقاتل بن حیانؒ نے طعام اہل الکتاب کی تفسیر ان کے ذبائح کے ساتھ کی ہے، اور یہ مسئلہ علماء کے درمیان اجماعی ہے کہ ان کے ذبیحے مسلمانوں کے لئے حلال ہیں، کیونکہ وہ غیر اللہ کے لئے ذبح کرنے کو حرام سمجھتے ہیں، اور اپنے ذبیحوں پر خدا کے سوا کسی اور کا نام نہیں لیتے، اگرچہ وہ اللہ کے بارے میں ایسی باتوں کے معتقد ہوں جن سے باری تعالیٰ بری پاک اور بلند و بالا ہے۔

ابن کثیر کے اس بیان میں ایک تو یہ بات معلوم ہوئی کہ تمام مذکور الصدر حضرات صحابہ وتابعین کے نزدیک طعام اہل کتاب سے اُن کے ذبائح مُراد ہیں اور ان کے حلال ہونے پر اُمت کا اجماع ہے جس کی تفصیل دُوسرے سوال کے جواب میں بھی گذر چکی ہے۔

دُوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ ان سب حضرات کے نزدیک ذبائح اہل کتاب کے حلال ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کے مذہب میں بہت سی تحریفات کے باوجود ذبیحہ کا مسئلہ اسلامی شریعت کے مطابق باقی ہے کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور کو وہ بھی حرام کہتے ہیں اور ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا ضروری سمجھتے ہیں۔یہ دُوسری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں وہ تثلیث کے مشرکانہ عقیدہ کے قائل ہوگئے۔اور اللہ اور مسیح بن مریم کو ایک ہی کہنے لگے۔جس کا قرآن کریم نے ان الفاظ میں ذکر فرمایا ہے۔

لقد كفر الذين قالوا ان الله هو المسيح بن مريم

بے شک کافر ہوگئے وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ اللہ تو مسیح بن مریم ہی ہیں۔

اس کا حاصل یہ ہُوا کہ ذبیحہ کے متعلق تمام قرآنی آیات جو سورہ بقرہ اور سورہ انعام میں آئی ہیں جن میں غیر اللہ

کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور کو بھی اور اُس جانور کو بھی جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔ حرام قرار دیا ہے۔ یہ سب آیتیں اپنی جگہ پر محکم اور معمول بہا ہیں۔ سورہ مائدہ کی آیت جس میں طعام اہل کتاب کو حلال قرار دیا ہے وُہ بھی ان آیات کے حکم سے مختلف نہیں۔ کیونکہ طعام اہل کتاب کو حلال قرار دینے کی وجہ ہی یہ ہے کہ ان کے موجُودہ مذہب میں بھی غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا ہُوا جانور اور وہ جانور جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا حرام ہے۔ موجودہ زمانے میں تورات و انجیل کے جو نسخے اب موجود ہیں اُن میں بھی ذبیحہ اور نکاح کے احکام تقریباً وہی ہیں جو قرآن اور اسلام میں ہیں جن کی تفصیل عنقریب ذکر کی جائے گی۔

ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ بعض جاہل عوام اپنے مذہب کے اس حکم کے خلاف کچھ عمل کرتے ہوں جیسا کہ خود مسلمانوں کے جاہل عوام میں بھی بہُت سی جاہلانہ رسمیں خلاف قرآن وسنت شامل ہوگئی ہیں۔ مگر ان کو مذہب اسلام نہیں کہا جاسکتا۔ نصاریٰ کے جاہل عوام کے طرز عمل کو دیکھ کر ہی بعض حضرات تابعین نے یہ فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے طعام اہل کتاب کو حلال قرار دیا اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ اپنے ذبائح کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں کوئی اس پر مسیح یا عزیر کا نام لیتا ہے کوئی بغیر تسمیہ کے ذبح کرتا ہے تو معلوم ہوُا کہ آیت مائدہ جس میں طعام اہل کتاب کو حلال قرار دیا ہے اس آیت نے ذبائح اہل کتاب کے حق میں سورہ بقرہ اور انعام کی ان آیتوں میں تخصیص یا ایک قسم کا نسخ کر دیا ہے جن میں غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنے کو یا بغیر اللہ کے نام کے ذبح کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔

بعض اکابر علماء کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ جن حضرات تابعین نے اہل کتاب کے متروک التسمیہ ذبیحہ اور غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور کو حلال فرمایا ہے ان کے نزدیک بھی اہل کتاب کا اصل مذہب تو اسلامی احکام سے مختلف نہیں ہے مگر ان کے جاہل عوام یہ غلطیاں کرتے ہیں مگر اس کے باوجود ان حضرات نے جاہل اہل کتاب کو بھی عام اہل کتاب کے حکم سے الگ نہیں کیا اور ذبیحہ اور نکاح کے معاملے میں ان کا بھی وہ حکم رکھا جو ان کے آبا و اجداد اور اصل مذہب کے پیروؤں کا ہے کہ ان کا ذبیحہ اور ان کی عورتوں سے نکاح جائز ہے۔

ابن عربی نے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ مَیں نے اپنے اُستاد ابوالفتح مقدسی سے سوال کیا کہ موجُودہ نصاریٰ تو غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں مثلاً مسیح یا عُزیر کا نام بوقت ذبح لیتے ہیں تو اُن کا ذبیحہ کیسے حلال ہوسکتا ہے اس پر ابوالفتح مقدسی نے فرمایا۔

ھم من آبائھم وقد جعلھم اللہ تعالیٰ تبعًا لمن کان قبلھم مع علمہ بحالھم (احکام ابن عربی ص۲۲۹ ج اوّل)

ان کا حکم اپنے آبا و اجداد کا سا ہے (آج کے اہلِ کتاب کا) یہ حال اللہ کو معلوم تھا، لیکن اللہ نے ان کو ان کے آباء کے تابع بنا دیا ہے

اس کا حاصل یہ ہُوا کہ اسلاف اُمت میں جو بعض علماء نے اہلِ کتاب کے ایسے ذبائح کی اجازت دیدی ہے جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا بلکہ غیر اللہ کا لیا گیا ان کے نزدیک بھی اصل مذہب اہل کتاب کا یہی ہے کہ یہ چیزیں اُن کے مذہب میں بھی حرام ہیں۔ مگر ان حضرات نے غلط کار عوام کو بھی اس حکم میں شامل رکھا جو اہل کتاب کا حکم ہے۔ اس لئے ان کے ذبیحہ کو بھی حلال قرار دے دیا۔ اور جمہور صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین نے اس پر نظر فرمائی کہ اہل کتاب کے جاہل عوام جو غیر اللہ کے نام یا بغیر کسی نام کے ذبح کرتے ہیں۔ یہ اسلامی حکم کے تو خلاف ہے یہی خود نصاریٰ کے موجودہ مذہب کے بھی خلاف ہے اس لئے ان کے عمل کا احکام پر کوئی اثر نہیں ہونا چاہیئے۔ اُنہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ ان لوگوں کا ذبیحہ طعام اہل کتاب میں داخل ہی نہیں اس لئے اس کے حلال ہونے کی کوئی وجہ نہیں اور ان کے غلط عمل کی وجہ سے آیات قرآنی میں نسخ یا تخصیص کا قول اختیار کرنا کسی طرح صحیح نہیں۔

اسی لئے تمام ائمہ تفسیر ابن جریر۔ ابن کثیر۔ ابوحیان وغیرہ اس پر متفق ہیں کہ سورہ بقرہ اور انعام کی آیات میں کوئی نسخ واقع نہیں ہُوا۔ یہی جمہور صحابہ و تابعین کا مذہب ہے۔ جیسا کہ بحوالہ ابن کثیر اوپر نقل ہوچکا ہے اور تفسیر بحر محیط میں بالفاظ ذیل مذکور ہے۔

وذهب الى ان الكتابى اذا لم يذكر الله على الذبيحة وذكر غير الله لم توكل وبه قال ابو الدرداء وعبادة بن الصامت وجماعة من الصحابة وبه قال ابوحنيفة وابو يوسف ومحمد وزفر ومالك وكره النخعى والثورى اكل ماذبح واهل به لغير الله (بحر محیط ص۴۳۱ ج ۴)

ان کا مذہب یہ ہے کہ کتابی اگر ذبیحے پر اللہ کا نام نہ لے اور اللہ کے سوا کوئی نام لے تو اس کا کھانا جائز نہیں، یہی قول ہے ابو الدرداءؓ عبادۃ بن الصامتؓ اور صحابہ کرام کی ایک جماعت کا، اور یہی ابوحنیفہؒ ابو یوسفؒ، محمدؒ زفرؒ اور مالکؒ کا مذہب ہے۔ نخعیؒ اور ثوریؒ اس کے کھانے کو مکروہ قرار دیتے ہیں

حاصل کلام یہ ہے کہ صحابہ و تابعین اور اسلاف اُمت کا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اہل کتاب کا اصل مذہب زمانہ نزول قرآن میں بھی یہی تھا کہ جس جانور پر غیر اللہ کا نام لیا جائے یا قصداً اللہ کا نام چھوڑا جائے وُہ حرام ہے اسی طرح نکاح کی حلت و حرمت میں بھی اہل کتاب کا اصل مذہب موجودہ

زمانے تک اکثر چیزوں میں اسلامی شریعت کے مطابق ہے۔ اس کے خلاف جو کچھ اہل کتاب میں پایا گیا وُہ جاہل عوام کی اغلاط ہیں اُن کا مذہب نہیں ہے۔

موجودہ تورات و انجیل جو مختلف زبانوں میں چھپی ہوئی ملتی ہیں، اُن سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے ملاحظہ ہوں اُن کے مندرجہ ذیل اقوال۔

بائبل کے عہدنامہ قدیم میں (جو موجودہ زمانے کے یہود و نصاریٰ دونوں کے نزدیک مسلم ہے) ذبیحہ کے متعلق یہ احکام ہیں۔

(۱) جو جانور خود بخود مرگیا ہو اُور جس کو درندوں نے پھاڑا ہو ان کی چربی اُور کام میں لاؤ تو لاؤ پر تُم اسے کسی حال میں نہ کھانا۔ (احبار ۷: ۲۴)

(۲) پر گوشت کو تو اپنے سب پھاٹکوں کے اندر اپنے دِل کی رغبت اور خداوند اپنے خدا کی دی ہُوئی برکت کے موافق ذبح کرکے کھا سکے گا۔ ۔ ۔ ۔ لیکن تم خُون کو بالکل نہ کھانا۔ (استثنا ۱۲: ۱۵)

(۳) تُم بُتوں کی قُربانیوں کے گوشت اُور لہُو اُور گلا گھونٹے ہُوئے جانوروں اور حرام کاری سے پرہیز کرو۔ (عہدنامہ جدید کتاب اعمال ۱۵: ۲۹)

(۴) عیسائیوں کا سب سے بڑا پیشوا پولُس کرنتھیوں کے نام پہلے خط میں لکھتا ہے جو قربانی غیر قومیں کرتی ہیں شیاطین کے لئے قربانی کرتی ہیں نہ کہ خُدا کے لئے اُور مَیں نہیں چاہتا کہ تم شیاطین کے شریک ہو تُم خُداوند کے پیالے اور شیاطین کے پیالے دونوں میں سے نہیں پی سکتے۔ (۱۔کرنتھیوں ۱۰: ۲۰ و ۲۱)

(۵) کتاب اعمال حواریین میں ہے:۔

ہم نے یہ فیصلہ کرکے لکھا تھا کہ وُہ صرف بُتوں کی قُربانی کے گوشت سے اور لہُو، اُور گلا گھونٹے ہوئے جانوروں اور حرام کاری سے اپنے آپ کو بچائے رکھیں۔

(اعمال ۲۱ : ۲۵)

یہ تورات و انجیل کی وہ تصریحات ہیں جو آجکل کی بائبل سوسائٹیوں نے چھاپی ہُوئی ہیں جن میں سینکڑوں تحریفات و ترمیمات کے بعد بھی بعینہٖ قرآن کریم کے احکام کے مطابق یہ چیزیں باقی ہیں۔ قرآن کریم کی آیت یہ ہے:

حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل بغیر الله به والمنخنقة والموقوذة والمتردیة والنطیحة وما اکل السبع الا ما ذکیتم وما ذبح علی النصب۔ (المائدہ ۳)

تم پر حرام کر دیا گیا۔ مُردار اَور خُون اَور خنزیر کا گوشت اَور جس پر اللہ کے سوا کسی اَور کا نام پکارا گیا ہو اور گلا گھونٹا ہُوا، اَور چوٹ کھا کر مرا ہُوا، اَور گر کر مرا ہوا اور سینگ کھا کر مرا ہُوا، اور جسے درندے نے کھایا ہو، اِلّا یہ کہ تم نے اس کو پاک کر لیا ہو اور وہ جانور جو بُتوں کے نام پر ذبح کیا جائے۔

اس آیت نے میتہ یعنی خود مرا ہوا جانور اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا اور گلا گھونٹا ہُوا جانور اور چوٹ سے مارا یا اونچی جگہ سے گر کر مرا ہُوا یا سینگوں کی چوٹ سے مارا ہُوا اَور جس کو درندوں نے پھاڑا ہو سب حرام قرار دیئے ہیں۔

تورات و انجیل کی مذکورہ تصریحات میں بھی لحم خنزیر کے علاوہ تقریباً سبھی کو حرام قرار دیا ہے۔ صرف چوٹ سے یا اونچی جگہ سے گر کر یا سینگوں سے مرنے والے جانور کی تفصیل اگرچہ مذکور نہیں ہے مگر وہ سب تقریباً خود مرے یا گلا گھونٹ کر مارے ہوئے کے حکم میں داخل ہیں۔

اسی طرح قرآن کریم نے ذبیحہ پر اللہ کا نام لینے کی تاکید فرمائی ہے۔ واذکروا اسم اللّٰہ علیہ اور جس جانور پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس کو حرام کیا ہے۔ لاتاکلوا مما لم یذکر اسم اللّٰہ علیہ بائبل میں کتاب استثناء کی عبارت مذکورہ ۲ سے بھی اس کی تاکید مفہوم ہوتی ہے کہ جانور کو اللہ کے نام سے ذبح کیا جائے۔

اسی طرح نکاح کے معاملات میں بھی اہل کتاب کا مذہب اکثر چیزوں میں شریعت اسلام کے مطابق ہے ملاحظہ ہو احبار ۱۸: ۶ تا ۱۹ جس میں ایک طویل فہرست محرمات کی دی گئی ہے جن میں بیشتر وہی ہیں جن کو قرآن نے حرام کیا ہے یہاں تک کہ جمع بین الاختین یعنی دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کی حُرمت اور حالت حیض میں صحبت کا حرام ہونا بھی اس میں مصرح ہے

نیز بائبل میں اس کی بھی تصریح ہے کہ بُت پرست اور مشرک اقوام سے نکاح جائز نہیں۔ موجودہ تورات کے الفاظ یہ ہیں:۔

تو اُن سے بیاہ شادی بھی نہ کرنا۔ نہ اُن کے بیٹوں کو اپنی بیٹیاں دینا اور نہ اپنے بیٹوں کے لئے ان کی بیٹیاں لینا۔ کیونکہ وہ میرے بیٹوں کو میری پیروی سے برگشتہ کر دیں گے تاکہ وہ اور عبادت کریں۔ (استثنا ۷: ۳ و ۴)

خلاصہ کلام

یہ ہے کہ قرآن میں اہل کتاب کے ذبائح اور ان کی عورتوں سے نکاح کو حلال اَور دُوسرے کُفار

کے ذبائح اور نساء کو حرام قرار دینے کی وجہ ہی یہ ہے کہ ان دونوں مسئلوں میں اہل کتاب کا اصل مذہب آج تک بھی اسلامی قانون کے مطابق ہے اور جو کچھ اس کے خلاف ان کے عوام میں پایا جاتا ہے وُہ جاہلوں کی اغلاط ہیں ان کا مذہب نہیں ہے۔

اسی لئے جمہور صحابہ و تابعین اور ائمہ مجتہدین کے نزدیک سورہ بقرہ۔ انعام۔ مائدہ کی تمام آیات میں کوئی تضاد یا نسخ یا تخصیص نہیں ہے اور جن علماء تابعین نے غلط کار عوام کے عمل کو بھی تبعاً اہل کتاب کے حکم میں شامل رکھا اور آیات بقرہ و انعام میں نسخ یا تخصیص کا قول اختیار کیا ہے۔ اُس کی بھی بُنیاد یہ ہے کہ نصاریٰ جن کا قول یہ ہے۔ ان اللہ ھو المسیح بن مریم یعنی اللہ تو عیسیٰ بن مریم ہی ہیں۔ یہ لوگ اگر اللہ کا نام بھی لیں تو اُس سے بھی مراد عیسیٰ بن مریم ہی لیتے ہیں۔ اس لئے ان کے ذبیحہ میں اللہ کا نام لینا یا مسیح کا نام لینا برابر ہو گیا۔ اس بناء پر ان حضرات نے ذبائح اہل کتاب میں اس کی اجازت دے دی ہے۔ ابن عربی نے احکام القرآن میں اس بُنیاد کی وضاحت فرمائی ہے (احکام ابن عربی ص۲۲۹ ج۱)

مگر جمہور اُمت نے اس کو قبول نہیں کیا۔ جیسا کہ بحوالہ تفسیر ابن کثیر و تفسیر بحر محیط ابھی گزر چکا ہے اور تفسیر مظہری میں اقوال مختلفہ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

والصحیح المختار عندنا ھو القول الاوّل یعنی ذبائح اھل الکتاب تارکاً للتسمیۃ عامداً او علی غیر اسم اللہ تعالیٰ لا یوکل ان علم ذلک یقیناً او کان غالب حالھم ذلک وھو محمل النھی عن اکل ذبائح نصاری العرب ومحمل قول علیؓ لا تاکلوا من ذبائح نصاری بنی تغلب فانھم لم یتمسکوا من النصرانیۃ بشیئ الا بشربھم الخمر فلعل علیاً رضی اللہ عنہ علم من حالھم انھم لا یسمون اللہ عند الذبح او یذبحون علی غیر اسم اللہ۔

فکذا حکم ان نصاری العجم ان کان عادتھم الذبح علی غیر اسم اللہ تعالیٰ غالباً لا یوکل ذبیحتھم ولا شک ان النصاری فی ھذا الزمان لا یذبحون بل یقتلون بالوقذ غالباً فلا یحل طعامھم۔ (تفسیر مظہری ص۳۷ ج۳)

اور صحیح اور مختار ہمارے نزدیک وہ پہلا ہی قول ہے یعنی یہ کہ اہل کتاب کے ذبائح جن پر قصداً اللہ کا نام لینا چھوڑ دیا ہو یا غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے گئے ہوں وُہ حلال نہیں، اگر یقینی طور پر اس کا علم ہو جائے کہ اس پر اللہ کا نام نہیں لیا یا غیر اللہ کا لیا ہے یا اہلِ کتاب کی عام عادت ہی یہ ہو جائے۔

جن بزرگوں نے عرب کے نصاریٰ کے ذبائح کو منع کیا ہے۔ ان کے قول کا مقصد بھی یہی ہے اسی طرح حضرت علیؓ نے جو یہ فرمایا کہ نصاریٰ بنی تغلب کے ذبائح کھانا جائز نہیں۔ کیونکہ اُنہوں نے مذہب نصرانیت میں سے بجز شراب نوشی کے اَور کچھ نہیں لیا۔ اس کا محمل بھی یہی ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ ثابت ہُوا ہوگا کہ بنی تغلب اپنے ذبائح پر اللہ کا نام نہیں لیتے یا غیر اللہ کا نام لیتے ہیں۔

پس یہی حکم عجمی نصاریٰ کا بھی ہے کہ اگر ان کی عادت یہی ہو جائے کہ عام طور پر غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں تو ان کا ذبیحہ کھانا جائز نہیں اور اس میں شک نہیں کہ آجکل کے نصاریٰ تو ذبح ہی نہیں کرتے بلکہ عام طور پر چوٹ مار کر ہلاک کرتے ہیں اس لئے اُن کا ذبیحہ حلال نہیں۔

مصر کے مُفتی عَبدہٗ اور اُن کا فتویٰ

اب سے نصف صدی پہلے مصر کے مُفتی عبدہٗ نے پُوری اُمّت اسلامیہ اور ائمہ اربعہ کے خلاف یورپ میں ہونے والے سب ذبائح کے حلال ہونے کا ہونے کا فتویٰ دے دیا تھا جس پر پُورے عالم میں اضطراب پیدا ہُوا مفتی عبدہٗ کو ان کے عہدہ سے ہٹانے کے مطالبات ہُوئے۔ اطراف عالم کے علمأ نے ان کے فتویٰ کی تردید کی۔

مفتی عبدہٗ کی علمی وسعت اور وسیع مطالعہ سے کسی کو انکار نہیں لیکن لغزش و خطاء سے انبیاء کے سوا کوئی معصوم نہیں اور یہ بھی اسلام کا دائمی معجزہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا عالم بھی اگر کتاب و سنت اور جمہور امت کے خلاف کسی لغزش میں مبتلا ہو جاتا ہے تو ان کے علمی تبحر کا اعتراف کرتے ہُوئے بھی امت ان کے فتویٰ کو قبول نہیں کرتی۔

مفتی عبدہٗ کا تو کہنا کیا ہے۔ اسلامی دُنیا کے مسلّم مقتدا حضرت امام شافعیؒ نے جو ذبیحہ کے متعلق جمہورِ امت سے مختلف یہ رائے اختیار کی کہ کسی ذبیحہ پر قصداً بسم اللہ چھوڑ دینا اگرچہ ناجائز ہے اور ایسے ذبیحہ کا گوشت کھانا بھی مکروہ ہے مگر اس کو حرام نہیں کہا جا سکتا۔ جبکہ جمہورِ امت اس کو نص قرآنی کی رو سے قطعی حرام کہتی ہے سو امت اسلامیہ کے بڑے بڑے ائمہ نے امام شافعی کی جلالت شان کا اعتراف کرتے ہُوئے بھی ان کے اس فتویٰ کو خلاف اجماع ایک اجتہادی لغزش قرار دے دیا۔ اور خود شافعی المسلک علماء میں بھی متعدد حضرات نے اس رائے کو قبول نہیں کیا۔

مُفتی عبدہٗ کو کتنا ہی بڑا عالم کہا جائے مگر امام شافعیؒ سے ان کو کیا نسبت۔ جمہور امت نے امام شافعیؒ

کے اس قول کو اجتہادی لغزش کہنے سے گریز نہیں کیا تو مفتی عبدہ کی کھلی ہوئی لغزش کو کون قبول کرتا۔
پھر امام شافعیؒ تو اس فعل کو ناجائز اور گوشت کو مکروہ قرار دیتے ہیں اور مفتی عبدہ نے اسلامی ذبیحہ کے سارے اصول اور پابندیوں کو یکسر ختم کرکے یورپین ذبیحہ کو مطلقاً حلال ٹھہرا دیا۔ جو امام شافعیؒ کے مسلک کے بھی خلاف ہے۔ اس لئے علماء امت نے مفتی عبدہٗ کے اس فتوے کو قرآن و سنت کے نصوص اور ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کے خلاف قرار دیا۔ اور اسلامی دنیا کے ہر علاقہ سے اس کی تردید میں مضامین لکھے گئے۔

مفتی عبدہٗ کے شاگرد علامہ رشید رضا مصری مصر کے اہل قلم صحافی اور ذی علم ہیں انہوں نے اپنے استاد کی حمایت میں مضامین لکھے اور اپنے سیاسی اقتدار اور خاص کوششوں کے ذریعہ کچھ علماء کی موافقت بھی حاصل کرلی اس طرح یہ فتنہ مصر میں دب گیا۔ مگر کسی فتنہ کا دب جانا اور چیز ہے اور فتوے کا مانا جانا دوسری چیز، اس زمانہ کے اخبارات و رسائل دیکھے جائیں تو یہ حقیقت کسی پر مخفی نہیں رہ سکتی کہ پوری دُنیا کے علماء نے مفتی عبدہٗ کے اس فتوےٰ کو غلط ناقابل اعتبار قرار دیا تھا۔

ذبیحہ کے شرعی احکام اور اس کے ارکان و شرائط قرآن و سنت کے واضح دلائل کے ساتھ پہلے لکھے جا چکے ہیں اس کے بعد میں مفتی عبدہٗ کے فتویٰ اور رشید رضا صاحب کی طویل بحث کی تفصیلی تردید میں اپنے قارئین کو الجھانے کے بجائے صرف اتنا کافی سمجھتا ہوں کہ ذبیحہ کے مسئلہ میں مفتی عبدہٗ اور رشید رضا صاحب کی اصلی رائے کو واضح الفاظ میں پیش کردوں جو طویل بحثوں کی بھول بھلیاں میں پڑ کر نظروں سے اوجھل ہو گئی ہے وہ مسلمانوں کے سامنے واضح ہو کر آجائے تو وہ اپنی تردید آپ ہی کردے گی۔ کیونکہ اس کا قرآن و سنت کی نصوص اور ائمہ فقہا کی اجماعی تحقیق کے مخالف ہونا اتنا واضح ہے کہ ہر لکھا پڑھا مسلمان اس کی مخالفت کو محسوس کر سکتا ہے۔

ذبیحہ کے متعلق مفتی عبدہٗ کی انوکھی تحقیق

اسلام کے قرن اوّل سے لے کر آج تک ہر طبقے اور ہر فرقے کے مسلمان اس عقیدہ پر متفق ہیں کہ معاشرتی امور میں سے نکاح و طلاق کی طرح ذبیحہ بھی ایک خاص چیز ہے جو قرآن و سنت کے مقرر کردہ اصول و شرائط کے بغیر حلال نہیں ہوتا، اسی لئے اس پر بسم اللہ پڑھنا اور ذبح کرنے والے کا مسلمان یا اہل کتاب میں سے ہونا نص قرآنی میں شرط قرار دیا ہے جو خالص مذہبی چیز ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث میں اسلامی ذبیحہ کو ان شعائر میں شمار فرمایا ہے جن سے مسلمان کا مسلمان ہونا

پہچانا جاتا ہے - حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

من صلی صلوتنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذلك المسلم الذی له ذمة الله ورسوله - (صحیح بخاری باب استقبال القبلہ)

ترجمہ :- جس نے ہماری جیسی نماز پڑھی اور ہمارے قبلہ کی طرف نماز میں رُخ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھایا وُہ ہی مسلمان ہے جو اللہ اور اس کے رسُول کی ذمہ داری میں ہے -

اس میں جس طرح نماز اور اسلامی قبلہ کو مسلمان کی علامت قرار دیا ہے اسی طرح اسلامی ذبیحہ کو اسلام کا شعار اور علامت بتلایا ہے -

ایک حدیث میں مجوسی کفار کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ان کے ساتھ وہ ہی معاملہ کیا جائے جو اہل کتاب کے ساتھ کیا جاتا ہے صرف دو چیزوں کا فرق ہے وُہ یہ کہ

غیر ناکحی نسائھم ولا آکلی ذبیحتھم

ترجمہ :- یعنی نہ تو انکی عورتوں سے مسلمان کا نکاح جائز ہے نہ ان کا ذبیحہ کھانا جائز ہے -

اس حدیث میں یہ بات اور واضح ہوگئی کہ نکاح اگرچہ انسانی عادات اور معاشرتی امور میں سے ہے لیکن اسلام نے اس پر بھی کچھ مذہبی پابندیاں عائد کی ہیں جن کے بغیر شرعاً نکاح نہیں ہوتا، اسی طرح ذبیحہ بھی ایسے ہی امور عادیہ میں سے ہونے کے باوجود اس پر اسلامی پابندیاں ہیں جن کے بغیر ذبیحہ حلال نہیں ہوتا، اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کو ہر طبقے اور ہر فرقے کے مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے اور ضروریات دین میں داخل سمجھتا ہے اس پر کچھ دلائل قائم کرنے کی ضرورت نہیں -

قرآن کریم میں جانوروں کے حلال کرنے کے لئے تین لفظ آتے ہیں ذکوٰۃ ، ذبح، نحر -

ذکوۃ لفظ مشترک ہے جو ذبح، نحر کو شامل ہے اور غیر اختیاری ذکوٰۃ کی ان تمام صورتوں کو بھی جن سے شرعاً جانور حلال ہوجاتا ہے سب کو شامل ہے اور باتفاق امت ذکوٰۃ قرآن کا ایک اصطلاحی لفظ ہے جیسے صلوٰۃ اور صوم جس طرح صلوٰۃ اور صوم کا مفہوم شرعی وہی معتبر ہے جو قرآن کی دُوسری آیات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ثابت ہے محض لغوی مفہوم مُراد لینا تحریف قرآن ہے - اسی طرح لفظ ذکوٰۃ بھی خالص اصطلاحی لفظ ہے جس کی دو قسمیں اختیاری اور غیر اختیاری قرآن میں مذکور ہیں اور دونوں کے احکام الگ الگ مذکور ہیں - حضرات محدثین و فقہائے نے ذکوۃ اختیاری کو ذبائح کے عنوان سے اور غیر اختیاری کو صید کے عنوان سے تعبیر کیا ہے - مگر دونوں کے لئے از رُوئے قرآن وسنت کچھ ارکان و شرائط ہیں جن کی تفصیل پہلے لکھی جا چکی ہے -

مگر مفتی عبدہ صاحب نے قرآن کے اس اصطلاحی لفظ کو بھی تمام فقہاء و مفسرین کے خلاف ایک نئے معنی پہنائے جس کا خلاصہ ان کی تحقیق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ذکوٰۃ کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ کسی جانور کو کھانے کی نیت سے بالقصد مارا جائے۔ مارنے کی صورت کچھ بھی ہو۔ انہوں نے ذکوٰۃ اختیاری کو بھی قرآن و سنت کی تصریحات کے خلاف غیر اختیاری ذکوٰۃ یعنی شکار پر قیاس کر کے ایک کر ڈالا ہے اور اختیاری ذکوٰۃ میں جو باتفاقِ امت حلقوم کی رگوں کا کاٹنا شرط ہے، انہوں نے اس کا بھی انکار کر دیا وہ تو یہاں تک پہنچے ہوتے ہیں کہ جانور کو بجلی کے کرنٹ کے ذریعہ مار دیا جائے تو وہ بھی حلال ہے۔ اور حلال ہی نہیں بلکہ افضل و مستحسن بھی ہے۔ تفسیر المنار ص۱۴۴ جلد ۶ میں یہ سب تفصیل موجود ہے اس کا ایک جملہ یہ ہے:۔

وانی لاعتقد ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لو اطلع علی طریقۃ التذکیۃ اسھل علی الحیوان ولا ضرر فیھا کالتذکیۃ بالکھربائیۃ ان صح ھذا الوصف فیھا لفضلھا علی الذبح (منار ص۱۴۴ ج۶)

اور میرا تو یہ اعتقاد ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تزکیہ کا کوئی ایسا طریقہ معلوم ہوتا جو جانوروں کے لئے سہولت کا اور بے ضرر ہو جیسا بجلی کے کرنٹ سے مارنے کا تزکیہ ہے اگر یہ وصف اس میں صحیح ہو تو آپ اس طریقہ کو اسلامی ذبح کے طریقے سے افضل قرار دیتے۔

اس میں بجلی کے کرنٹ سے مارنے کو بھی تزکیہ کہا گیا ہے اور یہ کتنی بڑی جرأت ہے کہ اپنے اس لغو قیاس اور غلط نظریئے کے متعلق یہ بھی دعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوتی تو اسلامی ذبح کے طریقے کو چھوڑ کر اسی کو افضل قرار دے دیتے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔
ان کے اسی اجتہاد کا تکملہ یہ بھی ہے کہ ان کے نزدیک جانور کو گلا گھونٹ کر بالقصد مار دیا جائے تو وہ بھی حلال ہے اور اس میں آیت قرآنی کی صریح مخالفت کا جواب منخنقہ اور مخنوقہ کی بحث کا مغالطہ پیش کر کے دیا ہے جو تمام صحابہ و تابعین اور جمہور امت کے خلاف ہے۔ (تفسیر المنار ص۱۳۷ ج۶)
مفتی عبدہ نے ذبیحہ پر اللہ کا نام لینے کی ضرورت کا پہلے ہی انکار کر دیا تھا، حلقوم کی رگیں کاٹنے کی ضرورت کا بھی انکار صاف آگیا۔ گلا گھونٹ کر بالقصد مارے ہوئے جانور بھی حلال ہو گئے۔ تو اب ان کی تحقیق کی رو سے حرام صرف وہ جانور رہ گیا جو اپنی موت مر گیا ہو یا کسی انسان کے قصد و اختیار کے بغیر کسی حملہ سے یا اونچی جگہ سے گر کر یا خود بخود گلا گھٹ مر گیا ہو اور جس کو کسی انسان کے کھانے کی

نیت سے بالقصد مارا ہو وُہ سب حلال ہے، کوئی مارے کسی طرح مارے اللہ کا نام لے یا نہ لے، ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا کافر حلقوم کی رگیں کاٹے یا نہ کاٹے خصوصاً اہلِ کتاب کے معاملے میں تو ان کی یہ تحقیق ہے کہ طعام اہل کتاب بغیر کسی قید و شرط کے سب جائز ہے خواہ اہلِ کتاب نے گلا مروڑ کر مارا ہو یا جھٹکے سے قتل کیا ہو یا اور کسی صورت سے۔ (تفسیر منار ص ۲۰۰ ج ۶)

صرف اتنی عنایت اسلام اور مسلمانوں پر فرمادی کہ طعام اہلِ کتاب عام ہے تو اس میں تو خنزیر بھی داخل تھا اس کو حلال نہیں کیا۔ اگرچہ ان کی تفسیر کا اصل مقتضا یہی تھا کہ طعام اہل کتاب عام ہے تو اس میں خنزیر بھی داخل ہو۔

اس کے بعد واضح لفظوں میں یہ بھی کہدیا کہ جانور کا گوشت کھانا امور طبعیہ عادیہ میں سے ہے۔ مذہب وملت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ شرعی پابندیاں صرف عبادات میں ہُوا کرتی ہیں۔ ان کے الفاظ یہ ہیں

واموراالعادات فی الاکل واللباس لیست ممایتعبد اللہ الناس تعبداً باقرارھم علیہ وانما تکون احکام العبادۃ بنص الشارع (منار ص ۱۴۵ ج ۶)

اور کھانا اور لباس وغیرہ جو عادات میں سے ہیں اُن چیزوں میں سے نہیں ہیں، جن کے ذریعہ اللہ کی عبادت کی جاتی ہے، نصوص شریعت کی پابندی تو صرف عبادات میں ہوتی ہے۔

مفتی عبدہٗ کے اس اجتہاد کا حاصل اس کے سوا کیا ہے کہ کھانے پینے پہننے برتنے کی چیزوں میں حلال وحرام کی بحث ہی فضُول ہے، اگر یہی اجتہاد ہے تو نکاح طلاق بھی امور عادیہ طبعیہ میں سے ہیں ان میں بھی حلال وحرام کی بحث لغو اور شرعی پابندیاں غلط ہوں گی۔

اس دورِ آزادی اور دین بیزاری کے لئے اس سے اچھا نسخہ کیا ہو سکتا تھا۔ اسی لئے مغرب زدہ نوجوانوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لے لیا۔

مفتی عبدہ اور علامہ رشید رضا مصری سے یہ لغزش ہوئی اور بڑی سخت ہوئی مگر ان کی علمی خدمات اور سوابق سے اور اللہ تعالٰے کی رحمت واسعہ سے دُعا اور امّید مغفرت کی ہے۔ لیکن فکر ان لوگوں کی ہے جنھوں نے کسی ترجیحی دلیل یا مغالطہ کی بنا پر نہیں بلکہ اپنی تن آسانی اور نفس کی پیروی کے لئے اس فتوٰی کا بہانہ اور آلہ مدافعت بنالیا ہے۔

کسی بڑے سے بڑے عالم سے کوئی لغزش ہوجانا کوئی بعید نہیں عرب کا مقُولہ ہے لکل جواد کبوۃ ولکل عالم ھفوۃ یعنی ہر اچھے گھوڑے کو کبھی ٹھوکر بھی لگتی ہے اور ہر عالم سے کوئی بات لغو وغلط بھی صادر ہوجاتی ہے۔ قابلِ افسوس حال اُس شخص کا ہے جو جمہورِ اُمت کے فتاوی اور بیانات واضح ہونے

کے باوجود ان سب میں سے اسی لغزش کو اپنا مذہب بنالے ۔ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں امام اوزاعیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ

من اخذ بنوادر العلماء خرج من الاسلام

یعنی جو شخص علماء کی نوادر لغزشوں ہی کو اپنا مذہب بنالے وہ اسلام سے نکل جائے گا ۔

سنا جاتا ہے کہ بہت سے عرب حضرات جو یورپ کا سفر کرتے ہیں یا وہاں مقیم ہیں وہ اسی مفتی عبدہ کے فتویٰ کو بہانہ بنا کر یورپ کے غیر مذبوح حرام گوشت کھانے کھلانے میں کوئی احتیاط نہیں کرتے اور قدرتی طور پر عرب حضرات کو لوگ اپنا مقتدا سمجھتے ہیں اس سے دوسرے مسلمانوں میں بھی یہ وبا عام ہونے لگی۔ کچھ دین کی فکر رکھنے والے مسلمان بھی ہیں جن کے سوالات یورپ کے ذبائح کے متعلق آتے رہتے ہیں ایسے ہی ایک سوال کا جواب بزبان عربی عرصہ ہوا دیا تھا مناسب معلوم ہوا کہ اس کا بھی اردو ترجمہ اس رسالہ کے آخر میں شامل کر دیا جائے تاکہ یورپ میں رہنے والے مسلمانوں کی آگاہی کا ذریعہ بنے۔ واللہ الموفق والمعین۔

مسئلہ ذبیحہ

اور ادارہ تحقیقات اسلامیہ کے ڈائرکٹر کا فتنہ

پاکستان کے مسلمانوں کی بڑی کوششوں کے بعد حکومت پاکستان میں تحقیقات اسلامیہ کے نام سے ایک ادارہ کا قیام عمل میں آیا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ یہ ادارہ مستشرقین یورپ کی اسلام کے خلاف ہفوات کا دفاع کرے اور دور جدید میں پیدا ہونے والے نئے مسائل شرعیہ کی اسلامی اصول کے تحت تحقیقات کرے ان مسائل میں جو مشکلات مسلمانوں کو درپیش ہیں کتاب وسنت اور فقہاء امت کے اجتہادات کی روشنی میں اس کا حل تلاش کر کے ملک کے علماء ماہرین کے مشورہ سے ان میں فیصلے دے۔

لیکن ہماری شامت اعمال سے اس ادارہ کا ڈائرکٹر ایک ایسے صاحب کو بنا دیا گیا جن کی تعلیم یورپ کے مستشرقین یہود و نصاریٰ ہی کی مرہون منت تھی انہوں نے اسلام کے متعلق جو کچھ سیکھا وہ یورپ میں انہیں مستشرقین کے زیر سایہ سیکھا ان کے سوچنے سمجھنے اور دیکھنے کے زاویئے وہی تھے جو مستشرقین کے تھے ۔ انھوں نے اصول اسلامی کے تحت مسائل کا حل تلاش کرنے کے بجائے خود اصول اسلام میں ترمیم اور حذف واز دیاد کا راستہ اختیار کر کے تحریف دین کا کام انجام دینا شروع کر دیا کبھی سود کو حلال کرنے پر مقالے اور کتابیں لکھیں کبھی زکوٰۃ کے قرآنی اور شرعی نصاب میں تبدیلی کو اسلام

کی خدمت قرار دیا۔ اب جانوروں کے ذبیحہ کو موضوع بحث بنا کر قرآن و سنت میں تحریف کا سلسلہ شروع کیا۔

وجہ یہ ہوئی کہ پاکستان کے متعدد اخباروں میں یہ خبر شائع ہوئی کہ یہاں بہت سے شہروں کی میونسپل کمیٹیوں نے مذبح خانوں کے لئے ذبیحہ کی مشینیں یورپ سے درآمد کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور عنقریب بڑے شہروں میں ذبیحہ ان مشینوں کے ذریعہ ہوا کرے گا۔ ملک کے علماء اور عام مسلمانوں میں یہ سوالات اُبھرے کہ مشینی ذبیحہ میں شریعت اسلامیہ کی شرائط ذبح کو کیسے پورا کیا جائے گا اور اگر ان شرائط کو پورا نہ کیا گیا تو گوشت کیسے حلال ہو گا۔

یہ مسئلہ ہمارے ادارہ تحقیقات اسلامیہ کے محققین نے اپنی ریسرچ و تحقیق کا رخ اسلامی ذبیحہ کی طرف پھیر دیا۔ ان کا یہ قدم مبارک و مسعود ہوتا اور ان کی کوشش وقت کی ایک ضرورت کو پورا کرتی، اگر صحیح اصول سے کام لیا جاتا جس کا تقاضا یہ تھا کہ :۔

(۱) سب سے پہلے مشینی ذبیحہ کے جو طریقے یورپ کے مختلف شہروں میں رائج ہیں ان کی مکمل معلومات بہم پہنچا کر عام مسلمانوں خصوصاً اہل علم کے لئے غور و فکر کی راہ ہموار کرتے۔

(۲) ان میں کوئی طریقہ ذبیحہ کا اسلام کے مسلمہ اصول کے مطابق موجود تھا تو اس کی تائید و حمایت کرتے ملک کی میونسپل کمیٹیوں کو توجہ دلاتے کہ اگر ذبیحہ کے لئے مشینوں کا استعمال ناگزیر ہی ہے تو فلاں قسم کی مشین درآمد کریں، دوسری مشینوں سے پرہیز کریں، تاکہ بلا وجہ مسلمانوں میں خلفشار پیدا نہ ہو جیسا کہ حال میں بعض بیانات سے ثابت ہو چکا ہے کہ یورپ میں مشینی ذبیحہ کا ایک طریقہ ایسا بھی رائج اور موجود ہے جس میں مشین کا کام صرف جانور کو قابو میں کرنا ہوتا ہے پھر کوئی انسان اس کو چھری سے ذبح کرتا ہے، اس کے بعد کھال بال، ہڈی وغیرہ صاف کرنے کا سب کام مشین کرتی ہے۔

(۳) اگر بالفرض مشینی ذبیحہ کا کوئی طریقہ بھی اسلامی اصول پر پورا نہیں اترتا تھا تو ریسرچ و تحقیق کا رخ اس طرف پھیرنا چاہیئے تھا کہ ماہرین سائنس کو ایسی ترمیم کی طرف توجہ دلائیں جس سے اس کا ذبیحہ اسلامی اصول کے خلاف نہ رہے اور جو آسانیاں مشینی ذبیحہ سے مطلوب ہیں وہ باقی رہیں اس سلسلے میں اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں تھا کہ اسلامی اصول کے دائرہ میں رہ کر جس قدر سہولت اور وسعت دی جا سکتی ہے اسلامی فقہ میں غور و فکر اور اہل علم کے مشوروں کے بعد اس سہولت سے کام لیتے۔

مگر ہمارے یہ محققین یہ دردسر کہاں مول لیتے انہوں نے اس کی زحمت گوارا نہیں فرمائی کہ یورپ میں جو طریقے مشینی ذبیحہ کے رائج ہیں ان کی پوری تفصیلات معلوم کر کے پیش کر دیتے، اس کے بعد مشینی ذبیحہ کے حلال یا حرام ہونے کی بحث چھیڑتے کہ اس پر جو بحث بھی ہوتی وہ بصیرت کے ساتھ ہوتی انہوں نے

صرف یہ خدمت انجام دی کہ آج سے نصف صدی پہلے مصر کے مفتی عبدہٗ نے پوری اُمّت اسلامیہ اور ائمہ اربعہ کے خلاف یورپ میں ہونے والے ذبائح کے حلال ہونے کا فتویٰ دے دیا تھا جس پر پورے عالم اسلام میں شور مچا۔ مفتی عبدہٗ کو عہدہ افتاء سے علیحدہ کرنے کے مطالبات ہوئے۔

ہمارے ادارہ تحقیقات اسلامیہ کے ڈائرکٹر صاحب نے تحقیق کا نام لے کر بعینہٖ مفتی عبدہٗ کا یہ فتویٰ اور انہیں کے دلائل عربی سے اُردو میں منتقل کر دئیے ہیں جس میں حدیث و تفسیر اور فقہ کی بڑی بڑی اہم کتابوں کے حوالے موجود تھے اس سے ہمارے اردو خواں طبقہ پر یہ اثر ڈالا کہ ڈاکٹر صاحب بے وقت بڑے متبحر اور محقق عالم ہیں۔

اس وقت تفسیر المنار کی جلد ششم میرے سامنے ہے جس کا دل چاہے اس کتاب کو دیکھ کر ڈاکٹر صاحب موصوف کے مضمون کا اس سے موازنہ کر لے اس میں کوئی مبالغہ نہ پائے گا۔

خلاصہ یہ ہے کہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب نے مسئلہ ذبیحہ کے متعلق ریسرچ و تحقیق کی ادنیٰ زحمت گوارا نہیں فرمائی کام صرف اتنا کیا کہ مفتی عبدہٗ کی تحریر کا اُردو ترجمہ کر کے نصف صدی پہلے کے خوابیدہ فتنہ کو بیدار کیا، اور اپنے نزدیک پاکستان میں یورپ کے طریقہ ذبح کو اُسکی تفصیلات اور صحیح صورت معلوم کئے بغیر رواج دینے کا راستہ ہموار کر دیا۔ لیکن اس کا قدرتی اثر وہی ہوا جو اب سے پہلے مصر میں ہو چکا تھا کہ دینی حلقوں میں سخت اضطراب پیدا ہوا اور ملک بھر میں ایک نیا فتنہ کھڑا ہو گیا۔ فالی اللہ المشتکی۔

مشینی ذبیحہ

اب رہا مسئلہ مشینی ذبیحہ کا تو اسلامی ذبیحہ کے ارکان و شرائط اور متعلقہ احکام قرآن و سنت کے دلائل اور ائمہ مجتہدین کی تحقیقات سے مفصل بیان کر دینے کے بعد در اصل یہ کوئی مستقل مسئلہ نہیں رہ جاتا بلکہ وہ ایک واقعاتی سوال ہے کہ مشینی ذبیحہ میں اسلامی ذبیحہ کے ارکان و شرائط پورے ہو جاتے ہیں یا نہیں۔ پہلی صورت میں مشین کا ذبیحہ حلال اور دوسری صورت میں حرام ہونا متعین ہے۔ اور جب مسئلہ واقعاتی ہے تو جب تک ان مشینوں کی صحیح صورت حال معلوم نہ ہو کوئی جواب دینا بیکار ہے۔

اب تک مشینی ذبیحہ کی جو بحثیں رسائل و اخبارات میں آتی رہیں وہ صحیح صورتِ حال کی تحقیق سے پہلے محض مفروضہ صورتوں سے متعلق رہیں۔ مجھ سے بھی یہ سوال کیا گیا تو سائل کی بیان کی ہوئی صورتِ مفروضہ پر اوس کا جواب لکھا گیا جس میں یہ فرض کیا گیا تھا کہ بہت سے جانوروں کو مشین کے نیچے کھڑا کر کے بیک وقت سب کی گردنیں مشین کی چھری سے کاٹ کر جُدا کر دی جاتی ہیں لیکن اسی عرصہ میں کچھ دیکھنے والوں کے بیانات سے کچھ اخباری

مقالات سے یہ معلوم ہوا کہ مشینوں کے ذریعہ ذبح کرنے کا کوئی ایک متعین طریقہ نہیں، بلکہ مختلف ملکوں اور شہروں میں اس کی مختلف صورتیں رائج ہیں جن میں ایک صورت وہ بھی ہے جس کو اسلامی ذبیحہ کا نام دیا جاتا ہے۔ اس میں مشین کا کام صرف جانور کو قابو کرنے کا ہوتا ہے اور ذبح کوئی انسان اپنی چھری سے کرتا ہے، پھر کھال۔ بال۔ ہڈی وغیرہ صاف کرنے کا کام سب مشین کرتی ہے۔ ان حالات میں کسی مفروضہ صورت پہ بحث فضول ہے جب تک کہ درآمد کی ہوئی مشین کی صحیح صورت حال معلوم نہ ہو کوئی فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔ اتنی بات متعین ہے کہ اگر جانور کی عروقِ ذبح نہیں کاٹی گئیں یا ذبح کرنے والا مسلمان یا کتابی نہیں ہے یا سب کچھ ہے مگر ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا قصداً چھوڑ دیا ہے یا کسی غیر اللہ کا نام اوس پہ ذکر کیا ہے تو وہ ذبیحہ حلال نہیں۔ کسی مشین میں شرائط مذکورہ کی خلاف ورزی نہ ہو تو اوس کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے۔ اور ان میں سے ایک شرط بھی فوت ہو جائے تو ذبیحہ حرام ہو جائے گا۔

اور جب تک صحیح صورت حال معلوم نہ ہو اوس وقت تک مشینی ذبیحہ کے گوشت سے احتیاط کرنا واجب ہے،

واللہ سبحانہ وتعالےٰ اعلم۔

بندہ محمد شفیع

دار العلوم کراچی ۱۴ ربیع الثانی ۱۳۸۸ھ

تصانیف مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
معارف القرآن مکمل مجلد ۸ جلدیں	۳۰۰/-	چہل حدیث	۲۴/-
سیرت خاتم الانبیاءؐ	۳/۷۵	آداب المساجد	۱/۸۰
آداب النبیؐ مجلد	۲/۷۰	آداب الشیخ والمرید	۱/۰
مسیح موعود کی پہچان	۱/۲۵	علاماتِ قیامت اور نزولِ مسیح	۸/۲۵
شہید کربلا	۳/۳۰	اسلام کا نظام تقسیم دولت، عکسی	۱/۸۰
آلات جدیدہ کے شرعی احکام	۹/۰	" " " لیتھو	۱/۵۰
رؤیتِ ہلال کے احکام	۲/۲۵	" " " انگریزی	۱/۸۰
گناہ بے لذت	۱/۸۰	اسلامی نظام میں معاشی اصلاحات	۱/۰
دو شہید	۰/۶۰	اسلام کا نظام اراضی	۱۹/۵۰
سنت و بدعت	۲/۲۵	قرآن میں نظام زکوٰۃ	۳/۶۰
احکام حج	۳/۰	مسئلہ سود	۶/۷۵
ذکر اللہ اور فضائل درود شریف	۲/۰	بیمۂ زندگی	۴/۰
مقام صحابہؓ	۵/۲۵	پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ اور سود	۱/۸۰
کانگریس اور مسلم لیگ	۱/۰	احکام دعاء	۲/۲۵
عائلی قوانین پر مختصر تبصرہ	۱/۰	ایمان اور کفر قرآن کی روشنی میں	۳/۷۵
ختم نبوت کامل	۲۴/۰	نجات المسلمین (گناہوں کا کفارہ)	۱/۵۰
کشکول	۲۱/۰	التصویر لاحکام التصویر	۳/۷۵
مصیبت کے بعد راحت	۲/۰	قصد السبیل	۱/۸۰
اوزان شرعیہ	۱/۵۰	احکام القمار	۰/۶۰
رفیق سفر (مع احکام السفر)	۱/۸۰	حکم الاسقاط	۰/۱۸
امداد الفتاویٰ کامل ۶ جلدیں	۱۸۰/۰	سایۂ رسول	۰/۱۸
فتاویٰ دار العلوم کامل ۲ جلدیں		بسم اللہ کے فضائل	۰/۳۰
جواہر الفقہ جلد اول	۲۵/۰	اسلامی ذبیحہ	۲/۵۰
" " جلد دوم	۲۵/۰	مجالس حکیم الامت	۱۸/۷۵
میرے والد ماجد	۳/۳۰	مناجات مقبول	۳/۰
تاریخ قربانی (مع ضروری احکام)	۲/۲۵		
انسانی اعضاء کی پیوند کاری	۱/۸۰		
خطبات جمعہ و عیدین	۲/۰		
ممالک اسلامیہ سے قادیانیوں کی غداری	۲۴/-		

مکتبہ دار العلوم کراچی ۱۴